REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R. N. 61/57.

REGD. NO P. 67. PHONE NO. 55

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ط

ہفت روزہ

بدر

قادیان

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان کا تبلیغی تعلیمی اور تربیتی ترجمان

سیرت النبیؐ نمبر

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۲ ہجری

۲۷ شہادت ۱۳۵۱ ہش —— ۲۷ اپریل ۱۹۷۲ء

حَمَامَتُنَا تَطِيرُ بِرِيشِ شَوْقٍ
وَفِي مِنْقَارِهَا تُحَفُ السَّلَامِ
إِلَى وَطَنِ النَّبِيِّ حَبِيبِ رَبِّيْ
وَسَيِّدِ رُسْلِهٖ خَيْرِ الْأَنَامِ

(حمامة البشریٰ)

ترجمہ:۔ ہماری کبوتری چونچ میں سلام کے تحفے لئے ہوئے شوق کے پروں کے ساتھ پیارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے وطن کی طرف اُڑی جا رہی ہے جو میرے ربّ کے حبیب اور رسولوں کے سردار اور تمام مخلوقات سے بہتر وجود ہیں۔

ایڈیٹر:۔ محمد حفیظ بقاپوری
نائب ایڈیٹر:۔ خورشید احمد انور

مالک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے رانا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر: صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۲۷ شہادت ۱۳۵۱ ہش

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک

آقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۰ اپریل ۵۷۰ء کو عرب کے مشہور شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔ حضورؐ کی پیدائش سے چند ماہ قبل ہی حضورؐ کے والد بزرگوار وفات پا گئے تھے۔ عمر شریف ابھی چھٹا سال تھا کہ آپؐ کی والدہ محترمہ کا بھی وصال ہو گیا۔ تب آپ اپنے دادا عبد المطلب کی کفالت میں رہے۔ لیکن عبد المطلب کی کفالت میں آپ کو ابھی دو سال ہی بمشکل گزرے تھے کہ ان کو بھی پیغام اجل آ پہنچا — یکے بعد دیگرے یہ تیسرا صدمہ تھا جو آٹھ سال کی ننھی عمر میں آپ کو برداشت کرنا پڑا۔ تب عبد المطلب کی وصیت کے مطابق آپؐ کے چچا ابو طالب آپؐ کے کفیل ہوئے —!!

گو ابو طالب آپ سے بے حد محبت رکھتے اور آپ کا خیال بھی رکھتے تھے لیکن چچی میں نہ وہ شفقت کا مادہ تھا نہ خاندانی ذمہ داریوں کا احساس۔ جب گھر میں کوئی چیز آتی تو بسا اوقات وہ اپنے بچوں کو بانٹ دیتیں اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا خیال نہ رکھتیں۔ ابو طالب گھر میں آتے تو بجائے اس کے کہ اپنے چھوٹے بھتیجے کو روتا یا گلہ کرتا پاتے وہ دیکھتے کہ ان کے بچے تو کوئی چیز کھا رہے ہیں لیکن ان کا چھوٹا بھتیجا کوہِ وقار بنا ایک طرف بیٹھا ہے —!! گھر میں اکثر ایسا ہوتا رہتا تھا دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی شکوہ کیا اور نہ آپؐ کے چہرۂ مبارک پر کبھی ملال ظاہر ہوا۔ نہ اپنے چچیرے بھائیوں سے رقابت پیدا ہوئی۔

اس بچپن کے زمانے میں عرب کے رواج کے مطابق آپؐ نے بکریاں چرانے کا کام بھی کیا۔ جو حقیقت میں وہ ابتدائی ٹریننگ تھی اُس عظیم الشان کام کی جو آئندہ آپؐ کے سپرد ہونے والا تھا۔ کیونکہ نبیوں کا کام بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے گلہ بانی کا رنگ ہی رکھتا ہے۔ خدا نے آپ کو اس کام میں نہایت درجہ کامیاب و کامران فرمایا۔

گرسنا آپ نے! جس شخص کا بچپن نہایت معصومیت میں گزرا۔ جس نے نہ کسی کو دُکھ دیا اور نہ کوئی تکلیف پہنچائی۔ جس کا بھرپور جوانی نہایت درجہ پارسائی اور قوم کی خدمت میں گزری۔ جو مظلوم کی مدد اور محتاج کی فریاد رسی کے لئے ہمیشہ تیار رہا۔ جس نے نہ صرف یہ کہ کسی کے مال سے ایک حبّہ تک ناجائز کھانا ممنوع جانا بلکہ لوگوں کی امانتوں کی اس قدر حفاظت کی اور راست گفتاری کو ہمیشہ اپنا شعار بنایا کہ امین اور صدیق کا لقب پایا لیکن یہی صدیق اور امین جب خدا کی طرف سے اپنی قوم کی اصلاح کے لئے کھڑا ہوا تو جانتے ہو اس کی قوم نے اس سے کیا سلوک کیا؟ اس کی مخالفت میں وہ طوفانِ بے تمیزی برپا کیا کہ الامان! باوجود یکہ آپؐ کا خاندان نہایت درجہ قدر و منزلت سے دیکھا جاتا تھا اور خود آپؐ کو ذاتی طور پر قوم میں غیر معمولی عزت و شرف حاصل تھا مخالفین کے ظلم و ستم کا ہاتھ رُک نہ سکا۔ آپؐ کو بُرا بھلا کہا گیا۔ گندی گالیاں دی گئیں۔ تبلیغِ حق سے روکا گیا۔ آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ آپ کے سر پر راکھ ڈالی گئی، اُونٹ کی اوجھڑی پھینکی گئی۔ گلے میں کپڑا ڈال کر گلا گھونٹ کر مار ڈالنے اور کھانے میں زہر ملا کر ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی —!!

آپؐ کے ساتھ آپؐ کے قریبی رشتہ داروں کا بھی بائیکاٹ کر دیا گیا۔ بائیکاٹ کا یہ زمانہ ایک دو ماہ نہیں بلکہ مسلسل اڑھائی تین سال تک جاری رہا۔ آپ کو ایک گھاٹی (شعب ابی طالب) میں محصور رہنا پڑا۔ اس قدر سختی کی گئی کہ کھانے پینے کی کوئی چیز اُدھر جانے نہ دی گئی اور محصورین کو درختوں کے پتے کھا کر اور مدتوں دن رات کے فاقوں سے گزر اوقات پر مجبور ہونا پڑا۔

طائف کا واقعہ بھی اسی نوعیت کی سخت ایذا رسانی کی ایک واضح مثال ہے۔ اس موقعہ پر اوباش شہر طائف کے غنڈے آپؐ کو پتھر مارتے، گالیاں بکتے تعاقب کر رہے تھے اور آپؐ سر سے پاؤں تک پتھروں سے لہو لہان شہر سے نکل رہے تھے اور اپنے جسم سے لہو پونچھ رہے تھے مگر رحمۃ للعالمین کی زبان پر "اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" کے الفاظ جاری تھے۔ اللہ اللہ! ایک طرف ... کی شقاوت و خباثت کی انتہا ہے تو دوسری طرف رحیم مجسّم کی زبان پر ان کے حق میں دُعائے خیر —!!

مکہ میں مخالفین نے اس قدر تنگ کیا کہ بالآخر خدا کے حکم سے آپؐ مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے پر مجبور ہو گئے۔ ہجرت کے وقت بھی دشمن نے آپؐ کا سخت تعاقب کیا۔ آپؐ کے پکڑنے والے کو گراں قدر انعام کا اعلان کیا گیا لیکن "جس کو خدا رکھے اُسے کون چکھے"؟ آپؐ اپنے جاں نثار ساتھی حضرت ابو بکرؓ کی معیت میں بسلامت مدینہ پہنچ گئے۔

مدینہ پہنچنے پر بھی اہلِ مکہ کی آتشِ غضب فرو نہ ہوئی۔ اڑھائی سو میل کی منزلیں مارتے ہوئے وہ بار بار مدینہ پر حملہ آور ہوتے۔ حضورؐ کو ۱۱ دفاعی لڑائیاں لڑنی پڑی ہیں۔ باوجود عددی کثرت اور سامانِ حرب کی فراوانی کے دشمن کو ہر لڑائی میں ہزیمت اور شکست کا مُنہ دیکھنا پڑا۔ اور ہر موقع پر فتح و کامرانی آپ کی جماعت کے شاملِ حال رہی۔ جونہی قدرے چَین دامن میسّر آیا آپؐ نے ارد گرد کے نامور بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھوائے۔ اور انہیں خیر و اصلاح کی دعوت دی۔

آخر وہ وقت بھی آیا جبکہ خدائی وعدہ کے مطابق آپ کو جس محبوب بستی سے نہایت کس مپرسی کی حالت میں بڑی بے رحمی سے نکالا گیا تھا۔ رمضان ۸ ہجری میں دس ہزار قدوسیوں کی معیت میں جاہ و حشمت کے وقت فاتحانہ شان سے داخل ہوئے مگر خوبی یہ کہ مکہ والوں میں سے کسی ایک کو بھی ایک قطرۂ خون تک بہنے نہ دیا۔ بلکہ جس وقت وہ سب کے سب مجرموں کی طرح آپؐ کے سامنے سرنگوں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کی لاتعداد زیادتیوں اور ہوشربا جور و جفا کو یکسر معاف فرما دیا اور فرمایا:

اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ

مکہ میں چند روز قیام کے بعد آپ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

حضور سرورِ دو عالم نے ایک خدا کی عبادت کی تعلیم دی۔ اور خدا کو ربّ العالمین کی صورت میں پیش کیا یعنی کسی ایک قوم یا ملک یا طبقہ کا وہ خدا نہیں بلکہ تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔ سب جہان کی تمام ضروریات کو وہی پورا کرتا ہے خواہ وہ جسمانی ہوں یا رُوحانی۔ ساتھ ہی بتایا کہ "اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ" کہ سب قوموں اور ملکوں میں خدا کے رسُول آئے ہیں۔ آپ نے اپنے پیروکاروں کو تمام گزشتہ نبیوں پر اجمالی ایمان لانے اور ان کی واجبی عزت و تکریم کا حکم دیا۔ تیسرے نمبر پر آپ نے عالمگیر برادری کے قیام کی تعلیم دی۔ اور بتایا کہ سب جہان خدائے واحد کی قدرت کا کرشمہ ہے اور سب ہی اُس کی مخلوق ہے۔ جس کی ایک ایک اکائی اُسے بہت پیاری اور محبوب ہے۔ اور تبلیغی زبان نے حکم دیا "اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ" کہ تمام مخلوق گویا اُس کا کنبہ ہے۔ اس لئے جو کوئی اس کے عیال اور کنبہ کے ساتھ حسنِ سلوک کا برتاؤ کرتا ہے وہی اُس کی نگاہ میں پیارا اور محبوب ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ آپؐ نے سارے جہان کو ایک وسیع کنبہ کے افراد قرار دے کر عالمگیر برادری کی بُنیاد رکھ دی۔

نہ صرف زبانی طور پر بلکہ آپ کی اپنی پاک زندگی اس کا عملی نمونہ تھی۔ چنانچہ غلاموں کے ساتھ آپؐ نے جس خصوصیت سے حسنِ سلوک کا حکم دیا، اور خود اس پر عمل کر کے دکھایا وہ بے نظیر ہے۔ خود کئی غلام آزاد کئے باقی دلوں میں ان کی قدر و منزلت بڑھائی۔ سوسائٹی میں اُن کو واجبی حق دلایا۔ اور انسانی شرف و بزرگی سے انہیں مالا مال کر دیا۔

اسی طرح معاشرہ میں صنفِ نازک یعنی عورت کو اس کا مقام دلایا۔ اس کے حقوق کی نگاہ داشت کی۔ اس کے لئے ورثہ کا حق قائم کیا۔ عورتوں سے حسنِ سلوک کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ۔ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ گویا کسی شخص کے اچھا ہونے کا معیار اس بات کو ٹھیرایا کہ وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے والا ہے۔ پھر لڑکیوں کی تعلیم اور اعلیٰ تربیت کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ قیامت کے روز ایسے شخص پر دوزخ کی آگ حرام کر دے گا۔

ماں باپ سے حسنِ سلوک کی نہایت درجہ تاکید کی اور ماں کے پاؤں تلے جنت قرار دے کر ماں باپ کی خدمت کرنے کی تلقین فرمائی۔ ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ بہتر انسان وہ ہے جو اپنے ہمسایوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے۔ اسی طرح فرمایا کہ وہ شخص مومن ہی نہیں جس کا ہمسایہ اس کے ضرر اور بدسلوکی سے محفوظ نہیں۔

صبر و تحمل کا مادہ آپؐ میں بے نظیر تھا۔ ۸ سال کی عمر میں یکے بعد دیگرے تین عظیم صدمات سہے۔ پھر خدمت گذار بیوی کی وفات، اولاد کی نو عمری میں وفات وغیرہ کے صدمے سب صبر و سکون سے برداشت کئے۔ ان غموں نے نہ آپؐ کی کمر توڑی، نہ آپ کی خوش خلقی پر کوئی اثر پڑا۔ دل کے غم کبھی آنکھوں سے نہیں رسے۔ چہرہ ہمیشہ بشاش رہا۔

عدل و انصاف بے مثال تھا۔ ایک بڑے خاندان کی عورت کے چوری کر لینے کا معاملہ پیش ہوا۔ اور بعض لوگوں نے سفارش کر کے رعایت کرنے کی درخواست کی تو فرمایا:

لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا

خود بھی سادہ زندگی بسر کی اور سادگی کو پسند کیا۔ غرباء کا ہمیشہ خیال رکھا۔ ان کی دلداری کی۔ جُود و سخا میں آپ کا وجود بے نظیر تھا۔ جو ہاتھ آتا ضرورت مندوں کو دے کر خالی ہاتھ رہ جاتے۔ خود ہی فرمایا اَلْفَقْرُ فَخْرِيْ۔ غربت میرے لئے باعثِ فخر ہے۔ یہ فقر اضطراری نہ تھا بلکہ سخاوت کے نتیجہ میں اپنے پر خود وارد کردہ تھا۔

خلاصہ یہ کہ پیارے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے اُٹھے اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی طرف ... لوگوں کو دعوت دی۔ (باقی دیکھئے صفحہ پر)

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے

فضائل اور کمالات

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے آئینہ میں

جو نور آنحضرت صلعم کو ملا وہ اور کسی کو نہیں ملا!

"وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا یعنی انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء، سیّد الاحیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۱۶۱ تا ۱۶۲)

سب سے کامل انسان اور کامل نبیؐ

"وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمالِ تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا۔ اور انسانِ کامل کہلایا۔۔۔۔۔ وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا، اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا۔ جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیّین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔"

(اتمام الحجّۃ ص۲۸)

سب سے افضل نبی وہ ہے جو دنیا کا مربّیٔ اعظم ہے

"اصل حقیقت یہ ہے کہ سب نبیوں سے افضل وہ نبی ہے کہ جو دنیا کا مربّیٔ اعظم ہے۔ یعنی وہ شخص کہ جس کے ہاتھ سے فسادِ اعظم دنیا کا اصلاح پذیر ہوا۔ جس نے توحیدِ گم گشتہ اور ناپدید شدہ کو پھر زمین پر قائم کیا جس نے تمام مذاہب باطلہ کو حجّت اور دلیل سے مغلوب کر کے ہر ایک گمراہ کے شبہات مٹائے۔ جس نے ہر ایک مُلحد کے وساوس دور کئے۔ اور سچّا سامان نجات کا۔۔۔۔۔ اصولِ حقّہ کی تعلیم سے از سرِ نو عطا فرمایا۔ پس اس دلیل سے کہ اس کا فائدہ اور افاضہ سب سے زیادہ ہے، اُس کا درجہ اور رُتبہ بھی سب سے زیادہ ہے۔"

"اب تو تاریخ بتلاتی ہیں کتاب آسمانی شاہد ہے اور جن کی آنکھیں ہیں وہ آپ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ نبی جو بموجب اس قاعدے کے سب نبیوں سے افضل ٹھہرتا ہے۔ وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

(براہین احمدیہ حصّہ دوم ص۱۰۶ حاشیہ)

آنحضرت صلعم کی سچّی محبّت اور اتباع کی برکات

"دیکھو! ایک غریب اور تنہا اور مسکین نے اپنے دین کے پھیلنے کی اور اپنے مذہب کے جڑھ پکڑنے کی اس وقت خبر دی کہ جب اس کے پاس بجز چند بے سامان درویشوں کے اور کچھ نہ تھا اور تمام مسلمان صرف اس قدر تھے کہ ایک حجرے میں سما سکتے تھے۔ اور انگلیوں پر نام بنام گنے جا سکتے تھے۔ جن کو ایک گاؤں کے چند آدمی ہلاک کر سکتے تھے۔ جن کا مقابلہ اُن لوگوں سے پڑا تھا کہ جو دنیا کے بادشاہ اور حکمران تھے۔ اور جن کو اُن قوموں کے ساتھ سامنا پیش آیا تھا کہ جو باوجود کروڑوں مخلوقات ہونے کے اُن کے ہلاک کرنے اور نیست و نابود کرنے پر متّفق تھے۔ مگر اب دنیا کے کناروں تک نظر ڈال کر دیکھو کہ کیونکر خدا نے انہیں ناتوان اور قدر قلیل لوگوں کو دنیا میں پھیلا دیا۔ اور کیونکر اُن کو طاقت، دولت اور بادشاہت بخش دی۔ اور کیونکر ہزار ہا سال کے تخت نشینوں کے تاج اور تخت اُن کے سپرد کئے گئے۔"

(براہین احمدیہ حصّہ دوم ص۲۴۲ تا ص۲۴۴)

حقیقی منجّی صرف آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں

"خدا کی طرف سے سچّا نجات دہندہ وہ شخص ہے جس کی متابعت سے سچّی نجات حاصل ہو۔۔۔۔۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ علامت صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے۔ اور انہیں کی اتّباع سے کہ جو قرآن شریف کی اتّباع پر منحصر ہے باطنی نور اور محبّت الٰہیّہ حاصل ہوتی ہے۔"

(براہین احمدیہ ص۲۹۳ حاشیہ درحاشیہ نمبر۲)

آنحضرتؐ کی قبول انوار الٰہیہ میں اکملیّت

"چونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنی پاک باطنی و انشراحِ صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکّل و وفا اور عشقِ الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفیٰ تھے اس لئے خدائے جلّشانہٗ نے اُن کو عطرِ کمالاتِ خاصّہ سے سب سے زیادہ معطّر کیا۔ اور وہ سینہ اور دِل جو تمام اوّلین و آخرین کے سینہ و دِل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وہ اِسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اوّلین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفاتِ الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔"

(سُرمہ چشم آریہ ص۲۳ حاشیہ)

دُرِّ منظوم!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام

(۱)

وَذِكْرُ الْمُصْطَفٰى رُوْحٌ لِقَلْبِيْ … وَصَارَ لِمُهْجَتِيْ مِثْلَ الطَّعَامِ

(نور الحق)

(۲)

وَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا كَرِدَافَةٍ … وَبِهِ الْوُصُوْلُ بِسُدَّةِ السُّلْطَانِ
هُوَ فَخْرُ كُلِّ مُطَهَّرٍ وَمُقَدَّسٍ … وَبِهِ يُبَاهِي الْعَسْكَرُ الرُّوْحَانِيْ
هُوَ خَيْرُ كُلِّ مُقَرَّبٍ مُتَقَدِّمٍ … وَالْفَضْلُ بِالْخَيْرَاتِ لَا بِزَمَانِ
هُوَ جَنَّةٌ اِنِّيْ اَرَى اَثْمَارَهٗ … وَقُطُوْفُهٗ قَدْ ذُلِّلَتْ لِجَنَانِيْ
اَلْفَيْتُهٗ بَحْرَ الْحَقَائِقِ وَالْهُدٰى … وَرَاَيْتُهٗ كَالدُّرِّ فِي اللَّمْعَانِ
اِنِّيْ لَقَدْ اُحْيِيْتُ مِنْ اِحْيَائِهٖ … وَاهًا لِاِعْجَازٍ فَمَا اَحْيَانِيْ
يَا رَبِّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ دَائِمًا … فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا وَبَعْثٍ ثَانِيْ

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۹۴ و ص۵۹۶)

(۳)

نُوْرٌ مِّنَ اللّٰهِ الَّذِيْ … اَحْيَى الْعُلُوْمَ تَجَدُّدًا
اَلْمُصْطَفٰى وَالْمُجْتَبٰى … وَالْمُقْتَدٰى وَالْمُجْتَدٰى
لِلّٰهِ [illegible] ثُمَّ حَمْدُهٗ … قَدْ عَمَّرَتْنَا الْمُقْتَدٰى
هُوَ نَيْلَةُ الْقَدْرِ الَّتِيْ … تُعْطِيْ نَعِيْمًا مُخَلَّدًا

(کراماتُ الصادقین ص۲۸ و ص۲۹)

(۴)

وَلِلّٰهِ اَلْطَافٌ عَلٰى مَنْ اَحَبَّهٗ … فَوَابِلُهٗ فِيْ كُلِّ قَرْنٍ يَسْكُبُ
وَلَيْسَ التُّقٰى فِي الدِّيْنِ اِلَّا اتِّبَاعُهٗ … وَكُلُّ بَعِيْدٍ مِّنْ هُدَاهُ يُقَرَّبُ
مَدَحْتُكَ يَا مَحْبُوْبُ مِنْ شِدَّةِ مُهْجَتِيْ … وَلَوْلَاكَ مَا كُنَّا اِلَى الشِّعْرِ نَرْغَبُ
وَاِنَّا لَجِئْنَا فِيْ عَطَائِكَ رَاغِبًا … وَمَنْ جَاءَ بَابَكَ لَا يُثَرَّبُ
وَوَاللّٰهِ حُبُّكَ لِلنَّجَاةِ لِمُؤْمِنٍ … دَلِيْلٌ وَعُنْوَانٌ فَكَيْفَ نُخَيَّبُ
وَاُشْرِبْتُ حُبَّكَ بَعْدَ حُبِّ مُهَيْمِنِيْ … وَتُشْبِيْ جَنَانِيْ مِنْ سَنَاكَ وَتَخْلُبُ

(کراماتُ الصادقین ص۶۲)

(۵)

[illegible] شاہے سرورے … آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ [illegible] و کریم بحرِ عظیم … آنکہ در لطفِ اتم یکتا دُرے
[illegible] کہ خلق از وے بدید … کس ندیدہ در جہاں از ما درے
[illegible] بوئے گوشہ از [illegible] … من اگر دارم ز دل بال و پرے
از چہ [illegible] بمدح کس نیاز … مدحِ اُو خود فخرِ ہر مدحت گرے

(براہینِ احمدیہ ص۱۶-۱۷)

(۶)

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است … خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است
دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش … در ہر مکاں ندائے جمالِ محمدؐ است
ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم … یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است
ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدیؐ … ویں آبِ من ز آبِ زلالِ محمدؐ است

(اشتہار ۱۰ر فروری ۱۸۸۶ء)

(۷)

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم! … گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
ہر تار و پودِ من بسراید بعشقِ او … از خود تہی و از غمِ آں دلستاں پُرم
جانم فدا برہِ دینِ مصطفیٰ! … ایں است کامِ دل اگر آید میسرم

(ازالہ اوہام ص۱۷۶ و ص۱۷۸)

(۸)

مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت … اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام … دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ … اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے … تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے
دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی … آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسل … تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام … مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۲۵ و ۲۲۶)

(۹)

زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے … کیا ہی پیارا یہ نامِ احمدؐ ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا! … سب سے بڑھ کر مقامِ احمدؐ ہے
باغِ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا … میرا بُستاں کلامِ احمدؐ ہے
ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو! … اُس سے بہتر غلامِ احمدؐ ہے

(دافع البلاء ص۲۰)

(۱۰)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا … نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر … لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے … اُس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے … وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں … وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ … باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا … وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
اے میرے ربِّ رحماں تیرے ہی ہیں یہ احساں … مشکل ہو تجھ سے آساں ہر دم رجا یہی ہے
اے میرے یارِ جانی خود کر تو مہربانی … ورنہ بلائے دنیا اک اژدہا یہی ہے
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں … قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا میں پیدا کردہ انقلاب

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

انقلاباتِ زمانہ

آجکل دنیا میں سیاسی انقلابات مختلف ناموں اور صورتوں میں رونما ہو رہے ہیں۔ کہیں "سُرخ انقلاب" کا نام سنائی دیتا ہے جو ایک صنعتی انقلاب ہے جیسے روس اور چین میں۔ اور کہیں "سبز انقلاب" کا نام کان میں پڑتا ہے جس کا مفہوم زرعی اعتبار سے کسی ملک کا اپنی ضروریات کا خود متکفل ہو جانا ہے۔ ان انقلابات کو بروئے کار لانے کے لئے عوام پر جبر و تشدد، رعایا پر ظلم و جور اور سرمایہ داروں اور مالداروں کے اموال و جائدادوں پر جابرانہ قبضہ و تسلط کر لینا سب روا سمجھا جاتا ہے کسی ملک میں عوامی انقلاب کے نام پر آمریت اور ڈکٹیٹر شپ قائم ہے اور کسی ملک میں تہذیب و تمدن سکھانے کے نام پر نوآبادیت کا جابرانہ نظامِ حکومت قائم ہے۔ مگر ان سب انقلابات میں لوگوں کے روحانی و اخلاقی جذبات کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس ساری سیاست کی بنیاد "مادیت" پر ہے یہی وجہ ہے کہ بیشک اس زمانہ میں دنیا نے سائینس اور ٹیکنالوجی میں بے مثال اور عدیم النظیر ترقی کی ہے مگر لوگوں کا اخلاقی و روحانی معیار دن بدن انحطاط پذیر ہے لوگ مذہب سے بیگانہ، اخلاقی اقدار سے ناآشنا اور عیش و عشرت کے دلدادہ اور منشیات کے استعمال کرنے کے شائق معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان انقلابات کا دلوں کی پاکیزہ تبدیلی سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ اس مادیت اور مادہ پرستی کا ایک نتیجہ آجکل ہپّی ازم کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے۔ یہ ہپّی نہ صرف اخلاقی و روحانی اقدار سے بیگانہ ہیں بلکہ منشیات کا استعمال کر کے اپنے مقصدِ حیات کو ہی فراموش کر بیٹھے ہیں۔ گویا "ہپّی ازم" مادیت اور مادہ پرستی کا ردِّ عمل ہے اور مشرق و مغرب کے لوگ آج اس عجیب و غریب ردِّ عمل کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہیں کہ ہوا کا رُخ کس طرف جا رہا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور روحانی انقلاب

ایسے حالات میں آیئے! ہم آپ کو ایک ایسے بے نظیر اور عدیم المثال انقلاب کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو آج سے قریباً چودہ سو سال پہلے دنیا میں بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ برپا ہوا۔ یہ انقلاب ایک ایسا روحانی اور اخلاقی انقلاب تھا جس نے دنیا کی کایا پلٹ دی اور دلوں میں پاکیزہ روحانی تبدیلی پیدا کی۔ جس کے بارہ میں بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نصیب نہیں ہوئی یہی ایک بڑی دلیل آنحضرتؐ کی نبوت پر ہے۔ آپؐ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث اور تشریف فرما ہوئے جبکہ زمانہ نہایت درجہ کی ظلمت میں پڑا ہوا تھا اور طبعاً ایک عظیم الشان مصلح کا خواستگار تھا اور پھر آپؐ نے ایسے وقت میں انتقال فرمایا جب کہ لاکھوں انسان شرک اور بُت پرستی کو چھوڑ کر توحید اور راہِ راست اختیار کر چکے تھے۔ اور درحقیقت یہ کامل اصلاح آپ ہی سے مخصوص تھی کہ آپ نے ایک قوم وحشی سیرت اور بہائم خصلت کو انسانی عادات سکھائے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ بہائم کو انسان بنایا اور روحانیت کی کیفیت اُن میں پھونک دی۔ اور سچے خدا کے ساتھ ان کا تعلق پیدا کر دیا۔ وہ خدا کی راہ میں بکروں کی طرح ذبح کئے گئے اور چیونٹیوں کی طرح پیروں میں کچلے گئے مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیا۔ بلکہ ہر ایک مصیبت میں آگے قدم بڑھایا پس بلاشبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدمِ ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بارو بر نہ رہی۔"

(لیکچر سیالکوٹ نومبر ۱۹۰۴ء)

اس انقلاب کا پس منظر

حضرت بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو روحانی و اخلاقی انقلاب برپا ہوا اس کی اہمیت و عظمت کا احساس اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس کے پس منظر کا ذکر نہ کیا جائے۔ چنانچہ تاریخِ عالم اس پر شاہد ہے کہ جس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عرب میں ظہور ہوا تو اس وقت وہاں طرح طرح کی مجلسی اور اخلاقی برائیاں پھیلی ہوئی تھیں۔

انسانی زندگی کو عرب کے لوگ کھلونوں کی طرح سمجھتے تھے۔ ذرا سی بات پر کسی کی جان لے لینا ان کے لئے محض تماشا بلکہ محبوب مشغلہ تھا۔ عورتوں کو بہت ذلیل خیال کیا جاتا تھا۔ ایک مرد آٹھ آٹھ دس دس شادیاں کر لیتا تھا۔ کیونکہ شادیوں کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ لڑکی کا ہونا بہت منحوس سمجھا جاتا تھا۔ لڑکیوں کو عموماً پیدا ہوتے ہی زمین میں زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ عرب کے لوگ لڑکی کا باپ ہونا باعثِ ذلت سمجھتے تھے۔ عورتوں کو خاوند اور باپ کی جائداد سے حصہ بھی نہیں ملتا تھا۔

غلاموں کی تجارت عام تھی۔ بھیڑ بکریوں کی طرح ان کی خرید و فروخت ہوتی تھی غلاموں کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا جاتا تھا۔ ذرا سے قصور پر ان کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔

شراب نوشی کا رواج عام تھا۔ گھر گھر میں شراب سے بھرے مٹکے رکھے رہتے تھے اور لوگ پانی کی طرح شراب پیتے تھے۔ اور شراب کے نشہ میں چور ہو کر وہ وہ گناہ کرتے تھے جن کا حال سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ قمار بازی اور زناکاری عام تھی۔ اور اس فعلِ بد کو فخریہ بیان کیا جاتا تھا

بُت پرستی کا یہ حال تھا کہ نہ صرف علیحدہ علیحدہ قبیلہ کا ایک ایک بت ہوتا تھا بلکہ مختلف گھرانوں اور خاندانوں کے علیحدہ علیحدہ دیوتا تھے۔ خانہ کعبہ جسے کہ "بیت اللہ" اللہ کا گھر کہلاتا تھا مگر عملاً اس میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے جن کی باقاعدہ پرستش ہوتی تھی۔

آئے دن قبیلوں میں جنگ و جدل کا بازار گرم رہتا تھا اور ہر روز بیسیوں بندگانِ خدا کا خون بہا دیا جاتا تھا۔ خون کے بدلے خون عربوں میں ایک عام رواج تھا۔ بعض اوقات تو معمولی معمولی واقعات کے نتیجہ میں بیسیوں برس تک قبائل میں باہمی جنگ و جدال کا بازار گرم رہتا۔

الغرض یہ عرب لوگ بظاہر انسان تھے مگر اپنے اخلاق و کردار کے اعتبار سے ننگِ انسانیت تھے۔ دنیا کی شاید ہی کوئی سماجی برائی ایسی ہوگی جو ان میں نہ پائی جاتی ہو۔ ان کی اس وحشت و بربریت کو دیکھ کر آس پاس کی متمدن حکومتیں بھی یعنی ایران کی حکومت اور روما کی حکومت ان کو اپنی رعایا بنانے کو تیار نہ تھیں کیونکہ یہ لوگ ذہنی وان پڑھ، غیر متمدن اور غیر مہذب تھے۔ اور بدوؤں اور خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کرتے تھے۔

تا ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس ملک میں پیدا کیا۔ ایسے ماحول میں آپؐ نے پرورش پائی۔ قوم کی اس دگرگوں حالت کو دیکھ کر آپؐ کا دل کڑھتا آپؐ نے خدا تعالیٰ کے حضور دعاؤں اور گریہ و زاری سے اس ناپاک ماحول کو تبدیل کرنے کے لئے مدد چاہی غارِ حرا ان تضرعات کا مرکز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلبِ سلیم کو اس غیر صحتمندانہ ماحول کے اثرات سے محفوظ رکھا۔ اخلاقِ فاضلہ آپؐ کا طرۂ امتیاز تھا۔ چنانچہ عرب کے لوگ آپؐ کے اخلاقِ عالیہ دیکھ کر "امین" و "صدوق" کے عزت بھرے الفاظ سے آپؐ کو یاد کرنے لگے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس برس کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دنیا کی اصلاح کے لئے منصبِ نبوت و رسالت پر سرفراز فرمایا۔ تب آپ نے خدائی اذن سے اصلاحِ خلق کا کام کھلے بندوں شروع کیا۔ نہ صرف اپنی قوم کو بلکہ نسلِ انسانی کو بلا لحاظ رنگ و نسل اصلاحِ احوال کی محبت بھری دعوت دی کہ آؤ بدیوں اور برائیوں کو چھوڑ دو۔ شرک و بدعت سے باز آؤ امن و امان کی زندگی بسر کرو۔ اور ایک صحتمندانہ اور پاکیزہ معاشرہ پیدا کرنے کے لئے آستانۂ الٰہی پر جھک جاؤ۔ اور اسی پاک ذات سے استمداد چاہو یہی دعوتِ "اصلاحِ احوال" "دعوتِ اسلام" سے موسوم ہے۔

پاکیزہ انقلاب

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ دعوت انقلاب روحانی، قوم بلکہ دنیا کے مزاج کے خلاف تھی۔ آنحضور لوگوں کو ان کے رجحانات اور میلانات کے خلاف ارگاہِ ایزدی میں لے جانا چاہتے تھے اور ان کی بے قید اور آزادانہ زندگی کو مختلف اخلاقی و روحانی قیود میں جکڑ دینا چاہتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے چند سعید الفطرت لوگوں کے جنہوں نے آپؐ کی آواز پر لبیک کہا باقی سب نے مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ وہ اپنے فرسودہ [illegible] غلط عقاید اور توہمات اور سماجی بدعتوں اور برائیوں کو (جو اُن کی فطرت ثانیہ بن چکی تھیں) چھوڑ کر ایک نئی زندگی [illegible] اس کا مقصود روحانی و اخلاقی اصلاح ہی کیوں نہ ہو) اختیار کرنا نہیں چاہتے تھے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان مشرکوں کے سامنے جنہوں نے بیت اللہ میں ۳۶۰ بت یعنی معبود بنا کر رکھے ہوئے تھے توحیدِ الٰہی کو پیش کیا تو یہ مشرکانہ مسئلہ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایک خدا کیونکر ہم سب کو روزی دے گا ہم معبود بنائے ہوئے ہیں۔ ایک دو، دس نہیں ۳۶۰ معبودوں کو چھوڑنے کا معاملہ ہو تو اس بات پر غور کیا جا سکتا ہے

سب معبودانِ باطلہ کو چھوڑ کر صرف ایک معبودِ حقیقی کی عبادت کی جائے یہ ہم سے نہیں ہو سکتا اور جو شخص خواہ وہ کتنا ہی اخلاقِ فاضلہ سے متصف ہو اس توحیدِ الٰہی کا تصور پیش کرے اور اس کی طرف دعوت دے ہم اس کی دعوت کو نہ صرف رد کرتے ہیں بلکہ اس کو اور اس کے ہم نواؤں کو زندہ رہنے کا حق بھی دینے کو تیار نہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مخالفت کا ایک طوفان برپا ہو گیا۔ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ ہر قسم کے مظالم کا ان کو تختۂ مشق بنایا گیا۔ بھیڑ اور بکری کی طرح ان کو ذبح کیا گیا۔ گاجر اور مولی کی طرح ان کو کاٹا گیا۔ مگر وہ سب ہی صبر و رضا کا پیکر تھے۔ آنحضرت صلعم کا وجود باوجود "کوہ وقار" کی طرح تھا۔ آپؐ نے بلا خوف و خطر اپنی دعوت کو جاری رکھا باوجود مصائب و شدائد کے آپؐ کی دعوت پر ایمان لانے والوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ اور اس ناپاک ماحول اور غیر صحتمندانہ معاشرہ میں ایک پاکیزہ تبدیلی پیدا ہوتی چلی گئی۔ [illegible] لانے لگا۔ اور [illegible] ایک صالح اور پاکیزہ معاشرہ کی صورت میں ظاہر ہونے لگا۔ سعید الفطرت لوگ شرک سے بیزار ہو گئے۔ توحیدِ الٰہی کے متوالے بن کر خدائے واحد کے حضور سجدہ ریز ہونے لگے۔ پنجگانہ شراب پینے والے پنجگانہ نمازیں ادا کرنے لگے۔ راتوں کو عیش و عشرت میں مشغول رہنے والے راتوں کو اٹھ کر اپنے آرام کو تیاگ کر بارگاہِ رب العزت میں عجز و نیاز کرنے اور گناہوں کی معافی مانگنے لگے۔ باہمی جنگ و جدال میں مصروف آپس میں بھائی بھائی بننے لگے۔ غلاموں کی غلامی کی زنجیریں کٹنے لگیں اور وہ آزادی کا سانس لینے لگے۔ کالے گورے عربی اور عجمی کا امتیاز مٹنے لگا۔ عورتوں کی عزت و عصمت کا پاس کیا جانے لگا۔ اور ان کو سوسائٹی میں ایک قابلِ عظمت کا مقام ملا۔ شراب نوشی، قمار بازی، زنا و بے حیائی اور قتل و غارت اور جھوٹ کا خاتمہ ہونے لگا۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کی برکت سے تھوڑے ہی عرصہ میں وہ وحشی سے انسان بن گئے۔ نہ صرف انسان بلکہ بااخلاق انسان بن گئے۔ نہ صرف بااخلاق بلکہ باخدا انسان بن گئے۔ وہ اُمّی و اَن پڑھ دنیا کے معلم و مربی بن گئے۔ وہ اونٹوں کو چرانے والے دنیا کے بادشاہ بن گئے۔ وہ تہذیب و تمدن سے ناآشنا دنیا میں اسلامی تہذیب و تمدن کے بانی بن گئے۔ کتنا عجیب و غریب تھا یہ انقلاب جس کی بنیاد "محبت و اخوت" پر تھی نہ کہ جور و ظلم پر جس کی حکومت دلوں اور دماغوں پر تھی نہ کہ صرف جسموں پر۔ اس انقلاب سے نہ صرف عرب ہی متاثر ہوا بلکہ عجم بھی۔ اس نور کی کرنوں نے باقی عالم کو بھی بقعۂ نور بنا دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مقدس مشن میں کامیاب و کامران ہوئے چنانچہ مخالفینِ اسلام کو بھی اقرار کرنا پڑا

(a) "Most successful of all prophets and religious personalities."
(Encyclopaedia Britannica)

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب نبیوں اور مذہبی شخصیتوں میں کامیاب ترین انسان تھے

اسی طرح ریورنڈ باسورتھ سمتھ ایم اے اعتراف کرتے ہیں :—

(b) "By a fortune absolutely in history, Mohammad is a three-fold founder of a nation, of an empire, and of a religion, ... and is revered to this day by a sixth of the whole human race as a miracle of purity of style, of wisdom and of truth."

کہ تاریخِ عالم میں یہ بالکل بے مثال اتفاق نظر آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین چیزوں کے بانی ہیں۔ ایک قوم، ایک بادشاہت اور ایک مذہب کے۔ اور دنیا کی آبادی کا $\frac{1}{6}$ حصہ آج بھی آپ کو تقدس و پاکیزگی، اخلاقِ فاضلہ، عظمت و دانائی اور دیانت و راستبازی کا مجسمہ سمجھتے ہوئے آپؐ کی عزت و احترام کرتا ہے۔

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو روحانی انقلاب برپا ہوا وہ آج بھی اپنی رعنائیوں کے ساتھ موجود ہے۔ دنیا کو آج بھی ضرورت ہے کہ وہ اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو اپنائے اور اپنی موجودہ مشکلات کا حل اس میں تلاش کرے۔ آج دنیا کا کوئی انقلاب دیرپا نہیں کیونکہ اس کی بنیاد عارضی جذبات پر ہے۔ دنیا کو اگر امن و سلامتی چاہیئے تو اسے آغوشِ اسلام میں ہی ملے گی کیونکہ اسلام نام ہی امن و سلامتی کا ہے اور وہی حقیقی امن و صلح اور محبت و اخوت کا ضامن ہے۔ خدا کرے کہ دنیا کے مدبرین اور سیاستدان ان حقائق پر سنجیدگی سے غور کریں اور اسلامی شریعت اور منشور کو پیشِ نظر رکھ کر دنیا میں اسی انقلابِ روحانی کو پروان چڑھائیں کیونکہ انسانی تجاویز سراب بے حقیقت ہیں۔ اصل حقیقت اور اصل علاج وہی ہے جو خالقِ فطرت نے خود پیش فرمایا ہے جس کے لئے اسوۂ حسنہ بانئ اسلامؐ

حیات النبیؐ کے تین دَور

تاریخ کے جھروکے سے

خورشید انور

دورِ اوّل ——— ولادت تا نبوت

رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم اپنے والد ماجد حضرت عبد اللہ کی وفات کے بعد عام الفیل میں ۹ ربیع الاول بروز پیر مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بوقت صبح پیدا ہوئے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ نے رضاعت فرمائی۔ چھ سال کی عمر میں والدہ حضرت آمنہ کا انتقال ہو جانے پر دادا حضرت عبد المطلب نے آپؐ کی کفالت اپنے ذمہ لی۔ آٹھ سال کی عمر میں دادا کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور آپ اپنے چچا حضرت ابو طالب کی کفالت میں آ گئے۔ ۱۲ سال کی عمر میں حضور نے حضرت ابو طالب کی معیت میں ملکِ شام کا پہلا سفر اختیار فرمایا۔ پندرہ (اور ایک روایت کی رو سے بیس) سال کی عمر میں آپؐ حربِ فجار میں شریک ہوئے۔ ۲۵ سال کی عمر میں آپ حضرت خدیجہ بنت خویلد کا مالِ تجارت لیکر دوسری مرتبہ شام تشریف لے گئے اور واپسی پر حضرت خدیجہؓ سے شادی فرمائی۔ ۳۵ سال کی عمر میں خانہ کعبہ کی تعمیرِ نو میں آپؐ نے نمایاں حصہ لیا۔

دورِ ثانی ——— نبوت تا ہجرت

چالیس سال کی عمر میں حضور صلعم پر وحئ الٰہی کا نزول ہوا۔ اور آپؐ کو مقامِ نبوت پر فائز کیا گیا۔ ابتدائی ایمان لانے والوں میں حضرت ابوبکرؓ ابن ابی قحافہ، حضرت خدیجہؓ اور حضرت علی ابن ابو طالب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ کفارِ مکہ کے مظالم کے پیشِ نظر حضورؐ نے ۵ نبوی میں صحابہؓ کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم صادر فرمایا۔ ۷ نبوی میں حضورؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کو شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا۔ تب حضورؐ نے دوبارہ ہجرتِ حبشہ کا حکم دیا۔ ۱۰ نبوی میں تین سال تک محصور رہ کر شعب ابی طالب سے باہر تشریف لائے۔ اسی سال نجران کے عیسائیوں کے ایک وفد نے آپؐ کے پاس آکر اسلام قبول کیا۔ حضور کی رفیقۂ حیات حضرت خدیجہ اور حضرت ابو طالب نے وفات پائی۔ اسی لئے اس سال کو عام الحزن بھی کہتے ہیں۔ ۱۰ نبوی میں حضورؐ نے طائف کی طرف ہجرت فرمائی۔ جہاں سے شدید مصائب کا سامنا کرتے ہوئے واپس لوٹنا پڑا۔ اس سال دو کشفی نظارے اسراء اور معراج دکھائے گئے۔ حضرت عائشہؓ حضورؐ کے نکاح میں اور حضرت سودہؓ زوجیت میں آئیں۔ ۱۱ اور ۱۲ نبوی میں قبائلِ عرب کو دعوتِ اسلام دی گئی جس کے نتیجہ میں بیعتِ عقبہ اولیٰ اور بیعتِ عقبہ ثانیہ (۱۳ نبوی) پایۂ تکمیل کو پہنچی

دورِ ثالث ——— ہجرت تا وفات

۱۳ نبوی میں منشاءِ الٰہی کے تحت پہلے بعض صحابہؓ نے اور پھر حضرت ابوبکرؓ کی معیت میں حضورؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ جس کے ساتھ ہی ہجری قمری تقویم کا آغاز ہوا۔ ۱ ہجری میں مشرکینِ مکہ کے دو تجارتی قافلوں کی سرکوبی کے لیے چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کئے گئے۔ ۲ ہجری میں غزوۂ ودان۔ غزوۂ بواط۔ غزوۂ عشیرہ۔ غزوۂ سفوان۔ غزوۂ بدر۔ غزوۂ قرقرۃ الکدر۔ غزوۂ قینقاع۔ اور غزوۂ سویق پیش آئے۔ تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ رمضان کے روزوں، صدقۃ الفطر اور زکوٰۃ کی فرضیت نازل ہوئی۔ نمازِ عید مسنون قرار دی گئی۔ حضرت عائشہؓ آنحضرت صلعم کی زوجیت میں داخل ہوئیں اور جنت البقیع کا قیام عمل میں آیا۔ ۳ ہجری میں غزوۂ غطفان۔ غزوۂ بحران۔ غزوۂ احد اور غزوۂ حمراء الاسد پیش آئے۔ حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ حضورؐ کی زوجیت میں آئیں۔ شراب کی حرمت قائم کی گئی۔ ۴ ہجری میں غزوہ بنی نضیر۔ غزوۂ ذات الرقاع اور غزوۂ بدر الآخر پیش آئے۔ صلوٰۃ خوف اور رخصتِ تیمم کے احکام نازل ہوئے۔ زوجۂ نبی حضرت زینب بنت خزیمہ نے وفات پائی۔ اور حضرت ام سلمہ ہند زوجیت میں آئیں۔ ۵ ہجری میں غزوہ دومۃ الجندل۔ غزوۂ بنی مصطلق۔ غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ پیش آئے۔ حضرت زینبؓ بنت جحش اور حضرت جویریہؓ بنت حارث حضورؐ کے نکاح میں آئیں۔ پردہ اور فرضیتِ حج کے احکام نازل ہوئے۔ ۶ ہجری میں غزوہ بنی لحیان اور غزوہ حدیبیہ پیش آئے۔ بیعتِ رضوان لی گئی۔ متعدد فرمانرواؤں کو تبلیغی خطوط ارسال کئے گئے۔ ۷ ہجری میں غزوہ خیبر اور غزوہ وادی القری پیش آئے۔ قلعۂ فدک فتح ہوا۔ اہلِ تیماء نے ادائیگی جزیہ کی شرط پر صلح کی۔ مہاجرینِ حبشہ کی واپسی ہوئی۔ عمرۃ القضا ادا کیا گیا۔ حضرت صفیہ بنت حیی اور حضرت میمونہ بنت حارث زوجیتِ نبوی میں آئیں۔ ۸ ہجری میں غزوہ موتہ۔ غزوہ حنین اور غزوہ طائف پیش آئے۔ فتح مکہ ہوئی۔ ۹ ہجری میں غزوۂ تبوک پیش آیا۔ قبیلہ بنی ثقیف نے اسلام قبول کیا۔ مشرکین کے لئے آئندہ حج اور زیارت بیت اللہ کی مناہی کر دی گئی۔ ۱۰ ہجری میں یمن کی طرف مبشرینِ اسلام بھجوائے گئے۔ حضورؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ ۱۱ ہجری میں اسامہ بن زید کی سرکردگی میں مقام ابنیٰ کی طرف لشکر روانہ کیا گیا۔ اسی اثناء میں حضور کی طبیعت اچانک ناساز ہو گئی۔ ماہ ربیع الاول کی ۸ تاریخ کو تکلیف شدت اختیار کر گئی اور ۱۲ ربیع الاول کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ..

سرکارِ دو عالم سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور امنِ عالم

از محترم الحاج مولوی بشیر احمد صاحب فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن دہلی

دنیا میں بے شمار مصلح تشریف لائے اور ہر ایک نے اپنے اپنے رنگ میں مخلوق خدا کی بھلائی کے لئے کوشش کی۔ ان مصلحین میں سے بہت سے ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے نوعِ انسان کی اس دنیا میں زندگی کو سدھارنے کی طرف زیادہ توجہ کی، اور بہت سے ایسے مصلحین گزرے ہیں جنہوں نے اُخروی زندگی کی بہبود کی طرف زیادہ توجہ دی۔ لیکن مصلحین کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کامل اور اتم رنگ میں انسان کو فلاح و امن کا رستہ دکھایا اور پھر لوگوں کو اس پر گامزن بھی کیا، اس کی مثال دوسرے مصلحین میں نہیں ملتی۔ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کامل و مکمل تعلیم دی جو نہ صرف ہماری اُخروی زندگی کی فلاح کے لئے ہر لحاظ سے کافی ہے بلکہ یہ تعلیم دنیاوی زندگی کی تمام ضروریات پر حاوی ہے اور تمام مفاسد کے دور کرنے والی اور امن و امان کی راہ بتانے والی ہے۔

علامہ حالی نے حضورؐ کی شان بیان کرتے ہوئے حضورؐ کی اسی تعلیم کی طرف مندرجہ ذیل اشعار میں اشارہ کیا ہے ؎

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مُرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

اسی نسخۂ کیمیا یعنی قرآن پاک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے نہ صرف اپنے وقت کے مفاسد کو دور فرمایا اور ان کا علاج بتایا بلکہ قیامت تک امنِ عالم کو تباہ کرنے کے جس قدر موجبات ہو سکتے تھے ان سب کا علاج بھی بتایا۔ دورِ حاضر کی مہذب و متمدن دنیا میں امنِ عالم کے لئے جو نئے سے نئے خطرات پیش آ رہے ہیں ان کا چند صدیاں پیشتر کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا لیکن سرکارِ دو عالم کی تعلیم میں ان سب کا نہایت ہی اعلیٰ حل اور بہت ہی مؤثر علاج موجود ہے۔

مذہبی اختلاف

موجودہ مہذب دنیا میں امن کو تباہ کرنے والے موجبات میں سے ایک نہایت ہی اہم موجب مذہبی اختلاف ہے۔ مذہبی اختلافات کی بنا پر بدامنی اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ ایک مذہب کے ماننے والے دوسرے مذہب کے ماننے والوں کے جذبات و احساسات کا خیال نہیں رکھتے جس سے مذہبی منافرت اور عداوت بڑھ جاتی ہے۔ ہندوستان میں تو مغربی حاکموں نے خصوصیت سے مذہبی اختلافات کو ہوا دی جس کا مقصد بعض مقاصد کا حصول تھا۔ نیز مغربی تہذیب کی بنیاد چونکہ لادینی اور لامذہبیت پر تھی اس لئے جہاں یہ لوگ مذہب کو آلۂ کار بنا کر بعض سیاسی مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے وہاں مذہب کو بدنام بھی کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان کے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان اس رنگ میں منافرت پیدا کی گئی کہ آج بھی اس کے بھیانک ثمرات کئی علاقوں میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ نتیجۃً اب بھی سمجھا جا رہا ہے کہ دراصل مذہب ہی فتنہ و فساد کی جڑ ہے اس لئے مذہب کو ہمیشہ کے لئے دنیا سے نیست و نابود کر دینا چاہیئے۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے مذہبی لحاظ سے پیدا ہونے والے مفاسد کا احسن رنگ میں جائزہ لیا ہے اور اس کو دور کرنے کے لئے کئی ایک باتیں بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے بیان فرمائی ہیں۔

اوّل۔ مذہبی لحاظ سے فرقہ وارانہ جذبات اس وقت زیادہ متاثر ہوتے ہیں جب ایک دوسرے کے مذہب پر حد سے بڑھی ہوئی نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس سے دوسرے کی دل آزاری ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی نکتہ چینی کو جس سے دوسرے کی دل آزاری ہوتی ہو بالکل منع فرمایا۔ چنانچہ فرمایا

"اللہ کے سوا جن دوسری چیزوں کی لوگ پرستش کرتے ہیں ان کو بُرا مت کہو۔ کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو یہ لوگ حد سے بڑھ کر ناراضگی سے خدا کو گالیاں دینا شروع کر دیں گے۔" (انعام ع)

قرآن مجید نے ایک خدا کی تعلیم پیش کی ہے اور ایک ہی خدا کی عبادت کی طرف توجہ دلائی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بت پرستی کا بھی عام رواج تھا اس لئے فرمایا کہ ایک خدا کی تعلیم کو لوگوں کے سامنے ضرور پیش کرو لیکن جو لوگ خدا کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان کو بُرا مت کہو اور اس طرح ان کے جذبات کو ٹھیس مت پہنچاؤ۔ یہ انسان کی فطرت ہے کہ جس چیز کو انسان پسند کرتا ہے اور جس سے محبت و عقیدت رکھتا ہے اگر اس کی عقیدت کو کوئی ٹھیس پہنچاتا ہے تو پھر وہ فوراً دوسرے شخص کے عقیدے پر حملہ کر کے اس کی عقیدت کو کوئی ٹھیس پہنچاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ منافرت بڑھ جاتی ہے۔

ہندوستان میں گائے کی عقیدت کا بھی جو مسئلہ ہے مسلمانوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی روشنی میں اس مسئلہ کو دیکھنا چاہیئے۔ اور اکثریت کے جذبات کا احترام کرنا چاہیئے اور کوئی ایسا قدم نہیں اُٹھانا چاہیئے جس سے اکثریت کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

دوم۔ مذہبی اختلافات کی وجہ سے پیدا ہونے والی منافرت اور جھگڑوں کو دور کرنے کے لئے ایک تعلیم آنحضرت صلعم نے یہ دی ہے کہ جو باتیں باہم مشترک ہوں ان کی طرف فوری توجہ کی جائے۔ اور ان مشترک باتوں کو باہمی تعلقات کے خوشگوار بنانے کے لئے نظر اور بنیاد رکھا جائے۔ چنانچہ حضورؐ کے سامنے اہلِ کتاب یہودی اور عیسائی مذہبی مخالفین کی حیثیت سے تھے ان کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے

"اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف (صلح کے لئے) آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور نہ اس کو کسی کا شریک ٹھہرائیں"
(آل عمران ع)

آج دنیا میں جس قدر بھی مذاہب پائے جاتے ہیں ان سب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اس دنیا کا بنانے والا ایک خدا ہے۔ اور اسی ایک خدا کی ہمیں عبادت اور بندگی کرنی چاہیئے۔ چنانچہ تمام مذہبی کتابیں، ہندوؤں کی ہوں یا سکھوں کی، مسلمانوں کی ہوں یا عیسائیوں کی۔ یہودیوں کی ہوں یا پارسیوں کی، سب کی سب اس امر پر متفق ہیں کہ انسان کو حقیقی راحت اور سچی شانتی حاصل کرنے کے لئے اس ایک ہی خدا کی بھگتی کرنی چاہیئے، جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے۔

ہم نے جب ویدوں اور گیتا کا مطالعہ کیا تو ان میں بھی اسی تعلیم کو پایا۔ انجیل اور بائبل نے بھی یہی تعلیم دی۔ قرآن مجید اور گرنتھ صاحب میں یہی تعلیم نظر آ رہی ہے۔ میرا یہ مضمون بہت طویل ہو جائے گا اگر میں ان مذکورہ کتب کے حوالہ جات بھی قارئین کرام کے سامنے رکھوں آئندہ اگر موقع ملا تو کسی مضمون میں اس امر کو تفصیل سے لکھنے کی کوشش کروں گا ان شاء اللہ

یہ تعلیم دے کر اسلام نے دیگر تمام مذاہب کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے اگر تمام مذاہب کے پیرو دوسرے مذاہب کے بارہ میں اسی قسم کی رواداری سے کام لیں تو یقیناً مذہبی منافرت سے پیدا ہونے والی بُرائی کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

سوم۔ مذہبی اتحاد کے لئے اور مذہبی منافرت کو دور کرنے کے لئے ایک تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دی ہے کہ جب مذہبی کتابیں اپنی تعلیم کے لحاظ سے متفق ہیں تو وہ بزرگ اور مقدس لوگ جن کے ذریعہ یہ مذہبی کتب ہمارے سامنے آئیں وہ بھی خدا کی طرف سے آئے تھے اس لئے ان سب کی عزت کرنا ہمارا فرض ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے

"کوئی بھی قوم ایسی نہیں گزری جس میں خدا کی طرف سے ڈرانے والا (پیغمبر) نہ بھیجا گیا ہو" (فاطر ع)

پھر فرمایا:۔

"اے مسلمانو! تم کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس کلام پر جو ہماری طرف اُتارا گیا اور اس پر جو ابراہیمؑ پر اُتارا۔ اور اسماعیلؑ اسحٰقؑ یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر اُتارا گیا پھر اس پر بھی ہم ایمان لائے جو موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو دیا گیا۔ اور جو اور نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ان میں سے ہم کسی میں فرق نہیں کرتے اور ہم اسی خدا کے فرمانبردار ہیں" (بقرہ ع)

اس تعلیم کی رُو سے کوئی مسلمان سچا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ تمام مذاہب کے بزرگوں کی عزت نہ کرے۔ پس ہر مسلمان یہ ایمان رکھتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ حضرت زرتشتؑ حضرت کرشنؑ اور حضرت رامچندر جی خدا کی طرف سے آنے والے برگزیدہ رسول ہادی اور رہنما تھے

جماعت احمدیہ جو اس زمانہ میں خدا کے

ایک ہمہ گیر جماعت ہے اور جس پر اسلام کی تعلیم کو دنیا میں قائم کرنے اور پھیلانے کی ذمہ داری ہے اسے اس تعلیم کو ہندوستان کے ہر کونے میں پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ ہمارے غیر مسلم بھائی جو عربی زبان سے ناواقف ہیں وہ اسلام کی اس تعلیم سے بالکل ناآشنا ہیں۔ مجھے مختلف غیر مسلم بھائیوں کے اجتماعات میں جانے کا موقع ملتا ہے۔ غیر مسلم بھائی سرکارِ دو عالم کی اس تعلیم کو سن کر بڑے حیران ہوتے ہیں۔ حال ہی میں ماہِ فروری میں کٹک میں ہونے والی Divine Life کانفرنس میں مجھے شمولیت کا موقع ملا اور ایک بڑے اجتماع میں مَیں نے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم کو پیش کیا تو سوامی شوانند جی جو Divine Life سوسائٹی کے مستقل پریذیڈنٹ ہیں اور اُس وقت جبکہ میں نے تقریر کی اجلاس کے بھی پریذیڈنٹ تھے اس تعلیم کو سُن کر فرمایا:-

"میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں مولانا کا دھنیہ واد کرسکوں کیونکہ آپ کی تقریر سے بہت سی غلط فہمیاں دور ہوئیں بلکہ میں تو آج یہ بھی سمجھا کہ میں بھی کافر نہیں کیونکہ قرآن مجید کی تعلیم جو مولانا نے بیان کی، اس کے مطابق شری رام چندر جی مہاراج اور شری کرشن جی مہاراج پرماتما کے دوت اور اوتار تھے اور میں انہی شری رام چندر جی مہاراج اور شری کرشن جی کا ماننے والا ہوں۔ اس لئے میں بھی کافر نہیں۔ آج اس تقریر کو سن کر عرب میں آنے والے مہان رشی محمد جی کے بارہ میں میرے دل میں ایک سنکا پیدا ہوا ہے اور بہت سی غلط فہمیاں دور ہوئی ہیں۔"

طبقاتی اختلاف

طبقاتی کشمکش کی وجہ سے بھی انسانی سماج اور معاشرے کے اندر بے اعتدالی اور امتیاز پیدا ہوسکتی ہے۔ اس بے اعتدالی اور ناہمواری کے تباہ کن نتائج بھی دنیا کے سامنے آتے رہتے ہیں۔ زمانہ قدیم کی بعض متمدن قوموں کی طرح آج کے تہذیبی دور میں بھی انسان مختلف طبقوں میں تقسیم ہے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ گویا انسان کو ایک دوسرے سے کوئی واسطہ اور تعلق ہی نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب میں بھی دنیا کے دوسرے لوگوں کی طرح طبقاتی افتراق پیدا ہوئی تھی۔ رنگ، نسل، حسب و نسب، دولت و ثروت، قوم و وطن کے لحاظ سے اعلیٰ و ادنیٰ طبقوں میں منقسم تھے۔ اور بعض طبقوں کے لئے ترقی کے دروازے بالکل مسدود تھے۔ لیکن حضورؐ سب کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے اور آپ نے جہاں یہ بتایا کہ ہمیں ایک خدا کی عبادت کرنی چاہیئے وہاں یہ بھی بتایا کہ ہم سب اسی خدا کے پیدا کردہ ہیں اور اس کی مخلوق ہونے کی وجہ سے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ آپؐ نے دنیا کی غیر فطری تقسیم اور درجہ بندی کو ختم کرکے ایک صاف ستھرا اور امن و سکون دینے والا نظام قائم کردیا۔ آپؐ کے انقلابی پیغام دعوت نے قومی، وطنی، نسلی، لسانی اور ہر قسم کے طبقہ وارانہ اختلافات کا سدباب کردیا اونچ نیچ، امیری غریبی کا فرق یکسر مٹا دیا ذات پات کی لعنت ختم کردی۔ اعلیٰ و ادنیٰ کا امتیاز مٹا دیا اور عزت و برتری کے خود ساختہ و باطل محل مسمار کردئے۔ اور عربوں کو اس طرح جوڑ دیا کہ سارا بھید بھاؤ بالکل ختم کردیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم پیش فرمائی کہ "کوئی قوم دوسری قوم کو حقیر نہ سمجھے" (حجرات ع۲) کیونکہ اے لوگو تم سب برابر ہو۔ خدا فرماتا ہے

"اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور مختلف خاندانوں اور قبائل میں اس لئے بنایا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ عزت کسی خاص قبیلہ اور خاندان سے تعلق نہیں رکھتی۔ معززوہ ہے جو خدا سے ڈرنے والا اور پاک انسان ہے" (حجرات ع۲)

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک مشہور خطبہ حجۃ الوداع کے ذریعہ طبقاتی اختلافات کا خاتمہ کرتے ہوئے بین الاقوامی امن و قانون کی بنیاد رکھی۔ اور تمام معاملات میں انسانیت کے عالمی نقطۂ نگاہ پر زور دیا۔ اور اس امر کی تعلیم دی کہ انسانیت سے تعلق رکھنے والے تمام معاملات میں عالمی نقطۂ نگاہ سے کام لیا جائے۔ حضورؐ کے اس خطبہ کو غور سے مطالعہ فرمائیں۔ انسانیت کا قائد حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہے اور وہ آخری وصیت کے طور پر ان سے خطاب کر رہا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں:-

اے لوگو! جو کچھ میں کہتا ہوں اسے توجہ اور غور سے سنو۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کے بعد پھر اس وادی میں (میدانِ عرفات میں) تمہارے سامنے کھڑے ہو کر تم سے مخاطب ہوسکوں گا یا نہیں

سنو! تمہاری جانوں اور تمہارے مالوں کو اللہ تعالےٰ نے قیامت کے دن تک ایک دوسرے کے حملوں سے محفوظ کر دیا ہے۔ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تم سب برابر ہو تمام لوگ وہ خواہ کسی بھی قوم اور قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں اور کسی بھی درجہ کے مالک ہوں۔ سب آپس میں برابر ہیں۔ (اس وقت رسول اللہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے ملاتے ہوئے فرمایا) جس طرح دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے کے برابر ہیں اسی طرح تمام بنی نوع انسان آپس میں برابر ہیں۔ کوئی شخص بھی کسی امتیازی حق یا بڑائی کا دعوےٰ نہیں کرسکتا۔ یاد رکھو تم سب بھائیوں کی طرح ہو۔"

خطاب جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا:-

"کیا تم جانتے ہو یہ کون مہینہ ہے یہ کونسی سرزمین ہے جس میں کہ تم اس وقت ہیں۔ اور آج سال کا کونسا دن ہے؟"

مسلمانوں نے جواب میں عرض کیا کہ یہ مبارک مہینہ ہے۔ مبارک سرزمین ہے اور حج کا مبارک دن ہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا:-

"جس طرح یہ مہینہ یہ سرزمین اور آج کا دن تمہارے لئے قابلِ احترام ہے بالکل اسی طرح خدا تعالےٰ نے تم میں سے ہر شخص کی جان و مال اور عزت کو حرام قرار دیا ہے کسی آدمی کی جان یا مال لینا یا اس کی عزت پر حملہ کرنا ایسا ہی ظلم اور ایسی ہی معصیت ہے جیسا کہ اس دن اس مہینے اور اس سرزمین کی حرمت کو توڑنا۔ یہ جو حکم میں آج تمہیں دیتا ہوں اسے صرف آج ہی کے لئے نہ سمجھو بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے ہے اس کو یاد رکھو اور اس پر عمل کرتے چلے جاؤ، یہاں تک کہ تم اس جہان کو چھوڑ کر خالقِ حقیقی سے ملنے کیلئے دوسرے جہان میں چلے جاؤ۔"

اس خطبے سے اندازہ ہوتا ہے کہ عرب کی گمنام سرزمین میں انسانیت کے اس عظیم پیغامبر نے انسانی تعلقات کا تصور قائم کرتے وقت اس وسعت اور دقتِ نظر سے کام لیا جس کا وسیع انسانی مفاد متقاضی ہے اور تمام طبقاتی اختلافات کا قلع قمع کرکے مساواتِ انسانی کی مستقل بنیاد رکھی۔

قیامِ امن کیلئے بین الاقوامی تنظیم

قیامِ امن کے لئے سرکارِ دوعالم اور قرآن مجید نے بین الاقوامی تنظیم کا بھی ایک نہایت ہی مفید اور دلکش خاکہ پیش کیا ہے جس کی نظیر دوسری جگہ نہیں ملتی۔ سابقہ لیگ آف نیشنز اور موجودہ اقوامِ متحدہ کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ یہ دونوں بین الاقوامی تنظیمیں قرآن مجید اور اسلام کے پیش کردہ بین الاقوامی نظام سے جزوی طور پر کسی حد تک مناسبت رکھتی ہیں لیکن اس کے بلند معیار پر پورا اترنے میں کامیاب نہیں ہوسکیں یہی وجہ ہے کہ لیگ آف نیشنز کی طرح یو۔این۔او کی تنظیم کے ٹوٹنے کا بھی ہر وقت خطرہ رہتا ہے بین الاقوامی تنظیم کا یہ خاکہ قرآن مجید میں سورۂ حجرات میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:-

"اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو۔ پھر اگر ان میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو باہم مل کر زیادتی کرنے والی جماعت کے ساتھ لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے۔ پھر اگر وہ رجوع کرے تو ان کے درمیان عدل سے صلح کرادو۔ اور انصاف سے کام لو بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

حملے کے آغاز سے صلح ہونے تک جس طریقِ عمل پر کاربند ہونے کی تلقین کی گئی ہے وہ تمام کا تمام بین الاقوامی قانون کے سب وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ اور آخر میں جو ہدایات دی ہیں وہ بھی نہایت ہی اہم ہیں۔ یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ لڑائی کو ابتدائی سبب تک ہی محدود رکھا جائے حتیٰ کہ ظالم اور حملہ آور کے ساتھ بھی اچھے اور منصفانہ سلوک کی تلقین کی گئی ہے پھر یہ بھی ہدایت ہے کہ حملہ آور کے ساتھ صلح اس رنگ کی نہ ہو جو پھر ایک جنگ کا پیش خیمہ ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکّہ کے موقع پر اسی اصل پر عمل فرمایا اور نہایت ہی شاندار رنگ میں اس کا مظاہرہ فرمایا۔ فتح مکہ سے قبل اہل مکہ نے خود حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑ دیا جس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جنگ کرنے کا پورا پورا حق تھا۔ چنانچہ آپؐ نے مکّہ پر چڑھائی کی اور خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر اسے فتح کرلیا۔ اہل مکّہ کو فکر دامنگیر ہوا کہ انہیں اٹھارہ سالہ مظالم کی نہ معلوم کیا سزا ملے گی جب وہ سب لوگ ایک جگہ جمع ہوئے تو حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم مجھ سے کس قسم کے سلوک کا خیال رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ سے اچھے سلوک کی امید رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "جاؤ تم سب آزاد ہو اور آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں"۔ گویا رسول اللہؐ نے انتہائی مشکل اور مخالف حالات میں عزم اور ایمان کے بل پر امن قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی اور پھر عفو اور درگزر سے کام لے کر مکّہ والوں کے دلوں کو جیت کر قائم کردہ امن کو پائیداری اور استواری سے ہمکنار کیا

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں

موجودہ زمانہ کے متعلق

(محمد حفیظ بقاپوری)

پیشگوئی کے لفظی معنے ہیں کسی بات کے ظاہر ہونے سے قبل اطلاع دینا۔ فی زمانہ پیشگوئی کا لفظ کوئی اجنبی اور غیر متعارف نہیں ہے۔ ریڈیو پر خبریں سنائے جانے کے بعد موسم کے بارہ میں جو قبل از وقت اطلاع نشر کی جاتی ہے، عام بول چال میں اسے بھی پیشگوئی کے لفظ سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن محکمہ موسمیات کی ایسی خبر اور انبیاء اور برگزیدہ افراد کی طرف سے کی گئی آسمانی پیشگوئی میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ محکمہ موسمیات والے اپنے علاقہ میں چل رہی ہوا کی رفتار، اس کا دباؤ، ہوا میں نمی یا خشکی کی مقدار وغیرہ امور کا حساب لگا کر آئندہ محدود وقت تک کے موسمی تغیر و تبدل کا اندازہ کرتے ہیں۔ وقت آنے پر ان لوگوں کا یہ اندازہ درست بھی نکلتا ہے اور بسا اوقات اس کے خلاف بھی ہو جاتا ہے۔ چونکہ محکمہ والوں کا ایک قیاس اور اندازہ ہی ہوتا ہے اس لئے انہیں اس کے حتمی طور پر من و عن واقع ہو جانے پر نہ اصرار ہوتا ہے اور نہ ہی اندازے کی غلطی کے باعث وہ لوگ پبلک کے نزدیک قابل ملامت قرار پاتے ہیں۔

لیکن پیشگوئیوں کی دوسری قسم اپنی شان اور عظمت کے لحاظ سے موسم کے بارہ میں کہی گئی پیشگوئیوں سے کہیں زیادہ اہم اور پُر عظمت ہوتی ہیں اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

انبیاء اور برگزیدہ افراد کی پیشگوئیوں کا سرچشمہ خدا کی ذات ہوتی ہے اور خدا وہ ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ ذات باری تعالےٰ سے کوئی امر پوشیدہ نہیں ہر چیز ہر بات اس کی نگاہ کے سامنے ہے۔ بے پردہ وردے تو انسان کی اپنی محدودیت کے لازمے ہیں۔ یہ انسان ہی ہے جو اپنے محدود علم اور کوتاہ نگاہی کے سبب زمانہ کو ماضی حال اور مستقبل کے تین حصوں میں بانٹنے لگتا ہے۔ جہاں تک خدا کی ہستی کا تعلق ہے اس کے لئے ماضی اور مستقبل بالکل اسی طرح ہیں جس طرح انسان کے لئے حال، جسے اپنی آنکھوں کے سامنے پاتا ہے۔

پھر جس قدر گہرا اور قریبی تعلق کسی برگزیدہ شخصیت کو خدائے عالم الغیب سے ہوتا ہے اسی قدر مصفّٰی غیب کی خبریں کثرت اور کیفیت میں اسے ملتی ہیں۔ اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ آقائے نامدار سید ولد آدم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو بارگاہِ الٰہی میں سب سے زیادہ قرب کا درجہ حاصل ہوا اور اسی قدر کثرت کے ساتھ مصفّٰی غیبی امور آپ پر ظاہر فرمائے گئے۔ تیس پاروں کا قرآن عظیم جلیل القدر پیش خبریوں سے بھرا پڑا ہے۔ اس کے ساتھ ہی احادیث نبویہ میں بھی ایک بڑا ذخیرہ مہتم بالشان پیشگوئیوں کا موجود ہے۔ بایں ہمہ یہ سب قسم کی پیشگوئیاں معمولی قسم کی نہیں بلکہ ان میں سے بعض دنیا کی اعظم اور نامور شخصیات کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ بعض دنیا کے ایسے غیر معمولی حالات و واقعات سے تعلق رکھتی ہیں جو آئندہ زمانہ میں وقوع پذیر ہونے والے ہیں۔ اور بعض میں ایسے غیر معمولی تغیرات ارضی و سماوی کی خبریں دی گئی ہیں کہ ان کا علم سوائے خدائے عالم الغیب کے یا اس ہستی کے جسے خود اس نے اطلاع بخشی کسی دوسرے کو مطلقاً نہیں۔

پھر پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے لحاظ سے ان میں سے بے شمار ایسی پیشگوئیاں ہیں جو حضور کے اپنے زمانہ میں پوری ہوئیں۔ اور بہت سی ایسی ہیں جن کے ظہور کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ جہاں تک مخصوص رنگ میں موجودہ زمانہ کے ساتھ تعلق رکھنے والی ایسی پیشگوئیاں جو قرآن میں اور اسی طرح احادیث میں بیان ہوئی ہیں وہ کثرت سے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زبان نبوی سے اس زمانہ کا گویا ہو بہو نقشہ کھینچ دیا گیا ہے۔ ان بے شمار پیشگوئیوں میں سے گنتی کی چند پیشگوئیاں بطور نمونہ بیان کی جا رہی ہیں۔ وباللہ التوفیق

(۱)

سب سے پہلے میں اس مہتم بالشان پیشگوئی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس میں اسلام کے عروج و زوال — اور اس کے بعد اس کی نشاۃ ثانیہ کا بیان ہے۔ سورۂ سجدہ میں آتا ہے۔

یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون

ان قرآنی الفاظ میں اس دوہری پیشگوئی کا ذکر ہے جس کے ذریعہ ایک طرف پورے یقین اور وثوق کے ساتھ اس امر کی اطلاع دی گئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسلام ترقی کرے گا اور اسے ایسا عروج حاصل ہوگا کہ اسلام کی صورت میں جس نئے روحانی نظام کو آسمانی تقدیر زمین کے اندر نافذ کرنا چاہتی ہے اپنی پوری شان اور عظمت کے ساتھ نافذ کیا جائے گا اور کوئی نہیں جو اس میں روک بن سکے

واضح رہے کہ سورۂ سجدہ مکی سورت ہے جب یہ سورت نازل ہوئی اسلام ابھی اپنی ابتدائی حالت کمزوری میں تھا۔ ایسے وقت میں مقدس بانی اسلام علیہ السلام صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تحدّی کے ساتھ اس امر کا بطور پیشگوئی اعلان کیا گیا کہ اسلامی نظام اپنے پورے لوازمات کے ساتھ دنیا میں نافذ ہوگا اور پھر اسے مثالی عروج اور کمال بھی حاصل ہوگا۔ ساتھ ہی بتا دیا گیا کہ اسلام کی یہ ابتدائی ترقی تین صدیوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچے گی۔ اس مدت کے بعد بموجب "ہر کمالے را زوالے" اسلام کا یہ عروج اور کمال روبہ زوال ہوگا چنانچہ حدیث میں آتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یاتی من بعدہم قوم یتسمنون و یحبون السمن یعطون الشہادۃ قبل ان یسألوھا (ترمذی ابواب الفتن جلد ۲ صفحہ ۴۵)

اس میں بتایا کہ حضورؐ کی بعثت پر تین صدیاں گزر جانے کے بعد لوگوں کی روحانیت میں نمایاں کمی آنے لگے گی۔ اسی وقت سے روح اسلام کے آسمان پر اُٹھنے کا آغاز ہوگا اور قرآنِ کریم کے بیان کے مطابق اسلام کے تنزل کا یہ دور ایک ہزار سال پر پھیلا ہوا ہوگا۔ ادھر اس کے پورا ہونے کی مدت پوری ہوگی اُدھر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے سامان ہونے لگے

۱۳ سو سالہ اسلامی تاریخ دنیا کے سامنے ہے۔ پیش آمدہ حالات و واقعات نے ایک ایک کر کے ان سب پیشگوئیوں کو سچا ثابت کر دکھایا ہے۔ اس پیشگوئی کا ابتدائی اور اولین حصہ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے شروع ہوا اور اس کا آخری اور تاریک حصہ ہمارے اس زمانہ کے قریب آ کر ختم ہوا جو تیرھویں صدی کا اختتام اور ہمارے دین کا آغاز تھا۔ اس وقت دنیا نے دونوں قسم کے واقعات کو بچشم خود مشاہدہ کر کے مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان پیشگوئی کی صداقت پر زبانِ حال سے گواہی دی

(۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشگوئی فرمایا:- یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدی علماءھم شر من تحت ادیم السماء

(مشکوٰۃ مجتبائی کتاب العلم صفحہ ۳۸)

فرماتے ہیں امت محمدیہ پر ایک ایسا وقت آئے گا جب اسلام کا نام ہی نام رہ جائے گا۔ مسلمانوں میں اسلام کی حقیقی روح نظر نہیں آئے گی۔ اور قرآن کے صرف لفظ باقی رہ جائیں گے۔ اس پر عمل جاتا رہے گا۔ مسلمانوں کی مسجدیں تو بنتی چلی جائیں گی لیکن ہدایت اور نور سے خالی ہوں گی۔ اس وقت علماء کہلانے والے بگڑ کر دنیا میں سب سے بدترین مخلوق ہوں گے۔

ترمذی شریف اور ابن ماجہ کی ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشگوئی خبر دی ہے کہ بدء الاسلام غریبا وسیعود غریبا فطوبی للغرباء یعنی اسلام جب شروع ہوا اس وقت بھی اس کی مسافرانہ حیثیت تھی۔ نہ اس کا کوئی مکان تھا نہ گھر نہ وطن نہ ملک۔ اور آخری زمانہ میں بھی اس کا یہی حال ہوگا کہ وہ بے وطن اور بے دیار ہوگا اور مسافرانہ حیثیت سے ادھر ادھر پھرے گا۔ کوئی اسے اپنے گھر رکھنے پر تیار نہ ہوگا

بھائیو! اس زمانہ کے جملہ حالات و واقعات آپ کے سامنے ہیں ان سب امور پر بصیرت کی نگاہ ڈالنے والا کوئی بھی شخص اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان حقیقت ترجمان سے جو جو بات بطور پیشگوئی بیان کی آج حرف بحرف پوری ہو رہی ہے۔ مسلمانوں میں دینی روح کا فقدان ایک حقیقت بن چکا ہے۔ عامۃ المسلمین پر علماء کا اثر دن بدن ختم ہو رہا ہے۔ اس کی بڑی وجہ خود علماء کی روحانی کمزوری ہے۔ ورنہ وہ کہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کہہ کر علماء اسلام کو وہ عزت بخشی ہے کہ کبھی کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بخشی اور ظاہر ہے کہ آپ سے بڑھ کر علماء کی عزت قائم کرنے والا اور کوئی نہیں ہوا۔ اس کے باوجود رسول اللہ کا علماء کی نسبت یہ فرمانا کہ آخری زمانہ میں مسلمانوں کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے ایک بڑا ہی عبرتناک واقعہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے

اس زمانہ کے علماء کی بہت ہی بری حالت دکھائی ہوگی۔ بعض اوقات ایسے عبرتناک الفاظ میں ان کی نسبت پیشگوئی کی گئی ہے۔ اور آج واقعات وحالات ان سب بیانات کی تصدیق کر رہے ہیں اور کون ہے جو یہ کہہ سکے کہ مسلمانوں اور ان کے بگڑے ہوئے علماء کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی؟

(۳)

یہی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں صرف امت محمدیہ اور اہل اسلام کے بگڑ جانے کی پیشگوئی فرمائی ہو چونکہ آپ ساری دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا کہہ کر ساری دنیا کو آپ نے خطاب فرمایا اس لئے موجودہ زمانہ میں امت محمدیہ کے بگڑ جانے کی پیشگوئی خبروں کے ساتھ ساتھ آپ نے باقی دنیا کے مذہبی اخلاقی تمدنی اور معاشی حالات میں زبردست تغیر آجانے کی عظیم خبریں بطور پیشگوئی بیان فرمائی ہیں ان سب کے مجموعی مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مختصر الفاظ میں اس زمانہ کا پورا پورا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے خلاصہ کے طور پر بعض ایسی پیشگوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے

آج ... موجودہ زمانہ کی ... حالت بیان کرتے ہوئے بطور پیشگوئی حضور نے فرمایا کہ اس وقت مسیحیت کا بہت زور ہوگا۔ اور مسلم کی روایت ہے کہ تقوم الساعۃ والروم اکثر الناس (کتاب الفتن) علماء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روم سے مراد انصاری ہیں کیونکہ آپ کے زمانہ میں روم ہی نصرانیت کے ... عالم اور اس کی ترقی کا مظہر سمجھا جاتا تھا۔

آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والی اس عظیم الشان پیشگوئی کی عظمت اور اہمیت سمجھنے کے لئے حضور کی ایک اور پیشگوئی کا مختصر ذکر بھی ضروری ہے جس کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد تیرہ سو سال کے اندر رومی حکومت کا مکمل استیصال ہو جانا تھا چنانچہ قسطنطنیہ کی فتح کے بعد اس طرح صورت حال ظاہر ہوئی۔ رومی حکومت کے مکمل استیصال اور اسلام کے چاروں طرف پھیل جانے کے باوجود مسلم شریف کی روایت تقوم الساعۃ والروم اکثر الناس کہ آخری زمانہ میں نصاریٰ سب پر غالب ہوں گے۔ بلاشبہ یہ ایک حیرت میں ڈالنے والی خبر ہے چونکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی اس لئے بہرحال پوری ہو کر رہی۔ چنانچہ عجیب قسم کا پلٹا کھایا وہ اس طرح کہ چودھویں صدی سے اسلام کے دور تنزل کا آغاز ہوا یعنی کہ دسویں صدی

ہجری سے نیم اعوج کا زمانہ شروع ہوا۔ جو انتہائی تاریک زمانہ تھا۔ اس وقت مسیحیت نے آہستہ آہستہ ترقی کرنی شروع کی۔ اور ایسا غلبہ حاصل کر لیا کہ آج سے پچیس تیس سال قبل تک کل روئے زمین پر مسیحی حکومتیں اس طرح مسلط رہی ہیں کہ والروم اکثر الناس کی خبر کے پورا ہونے میں کسی طرح کا کوئی شبہ نہیں رہا

ساری دنیا میں مسیحیت کے غلبہ سے بموجب مشہور مقولہ الناس علی دین ملوکہم دیگر اہل مذاہب بھی گہرے رنگ میں متاثر ہوگئے۔ مسیحیت کے غلبہ کے سبب ایک طرف دیگر مذاہب کا اپنے ماننے والوں پر اثر کم سے کم ہوتا چلا گیا تو دوسری طرف ان لوگوں کے زیر اثر عوام کے دلوں میں مذہب سے نفرت اور بُعد بھی پیدا ہونا شروع ہوگیا۔ اس طرح مذہب کی موثر گرفت سے آزاد ہونے کے نتیجہ میں جس اخلاقی بے راہ روی کا سیلاب شروع ہوا وہ سب پر عیاں ہے۔ چنانچہ اس زمانہ کی اخلاقی حالت کی جو کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشگوئی بیان فرمائی تھی اس کی پوری پوری تصدیق ہونے لگی آنحضور نے خبر دی تھی کہ اس وقت فحش کثرت سے پھیل جائے گا لوگ فحش پر ناز کریں گے زلازل زنا کثرت سے ہوں گے۔ شراب کثرت سے پی جائے گی نہ صرف یہ بلکہ حضور نے فرمایا کہ اس وقت راستوں میں شراب پی جائے گی

یاد رہے کہ شراب پینے کی یہ صورت اس زمانے کو پہلے زمانوں سے ممتاز کر رہی ہے پہلے زمانوں میں خاص خاص مقامات پر شراب کی دکانیں ہوتی تھیں اور شراب کو سامان تعیش میں شمار کیا جاتا تھا۔ مگر اب تو یہ حال ہے کہ یورپ میں شراب پانی کی جگہ استعمال ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا قریب قریب خاص سڑکوں پر مہیا کرنا ضروری ہوگیا ہے یہ صورت حال کوئی یورپ اور امریکہ سے مخصوص نہیں رہی بلکہ اب تو ہمارے ملک میں بھی پہلے کی نسبت شراب نوشی کثرت سے ہونے لگی ہے اور جگہ جگہ ٹھیکے کی دکانیں کھلتی جا رہی ہیں۔ حتیٰ کہ سنہ ۱۹۷۱ء میں پنجاب کے اخبارات میں یورپ کی نقالی میں یہ بھی شائع ہوا تھا کہ حکومت کی طرف سے یہاں بھی سڑکوں پر جابجا ٹھیکہ شراب کی دکانیں کھولی جائیں۔ تاکہ شراب نوشوں کو تکلیف بھی نہ ہو اور حکومت کی آمدنی میں بھی اضافہ ہو۔

تمدنی حالت

پھر اس زمانہ کی تمدنی حالت کی نسبت حضور نے خبر دی کہ اس وقت عورتیں باوجود لباس کے ننگی ہوں گی۔ اور موجودہ زمانہ میں

جس طرح کے باریک سے باریک کپڑے تیار ہونے لگے ہیں ان کا پہننا شاید خیالی زینت کا باعث تو ہو مگر اس سے ستر پوشی ہرگز نہیں ہو پاتی۔ علاوہ ازیں یورپ و امریکہ کی عورتیں اور ان کی نقالی میں اب مشرقی ممالک میں بھی عورتوں کے لباس کا طریق ایسا بن چکا ہے کہ جسم کے بیشتر قابل ستر حصے ننگے ہی رہتے ہیں

اسی طرح حضور نے فرمایا تھا کہ اس زمانہ کی عورتیں اونٹ کے کوہان کی طرح سر کے بالوں کو رکھیں گی۔ چنانچہ پہلے تو یورپین عورتیں بجائے سر کے بال گوندھنے کے اس طرح پھیلا کر رکھتی تھیں کہ یوں معلوم ہوتا کہ گویا سر پر کچھ اور چیز رکھی ہے۔ اور اب تو مصنوعی بالوں کے بڑے بڑے گچھے سروں پر باندھے جانے لگے ہیں اور ہمارے اپنے ملک میں بھی اس کا عام رواج ہو چلا ہے۔ فرمائیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے پورا ہونے میں کیا شبہ رہا۔

اسی زمانہ کی بدلی ہوئی تمدنی حالت کے متعلق ہی حدیث کی یہ پیشگوئی بھی خاص طور پر قابل توجہ ہے جس میں حضور نے فرمایا کہ اس وقت تجارت کا اس قدر فروغ ہوگا کہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ مل کر تجارت کرے گی۔ یہی نہیں بلکہ اب تو اس بات کا اس قدر رواج ہو چلا ہے کہ عورتوں کے بغیر تجارت کا جواب ہی نہیں سمجھی جاتی۔ اور دکانوں پر زیادہ سے زیادہ عورتیں ہی مرد سیلز مینوں کی جگہ لیتی جا رہی ہیں۔ دیکھا آپ نے خدا کے رسول کی بتائی ہوئی پیش خبریاں کس صفائی سے پوری ہو رہی ہیں۔!!

(۴)

دور دراز ملکوں اور قوموں کے آپس میل ملاپ اور باہمی تعلقات کے سلسلہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی کہ اس وقت رسل و رسائل کے ایسے سامان نکل آویں گے کہ لوگ پرانی سواریوں کو چھوڑ دیں گے۔ خشکی اور پانی دونوں پر نئی قسم کی تیز رفتار سواریاں چلیں گی۔ چنانچہ ذرائع حمل و نقل کے بیان میں قرآن کریم نے بطور پیشگوئی اس امر کی خبر دی کہ ویخلق ما لا تعلمون کہ خدا تعالیٰ آیندہ زمانہ میں لدو جانوروں کے علاوہ سواری کے ایسے ایسے سامان پیدا کر دے گا جن کو تم لوگ جو اس زمانے کے ہو جانتے تک نہیں۔ ایک اور مقام پر فرمایا واذا العشار عطلت۔ (سورۃ تکویر) اور حدیث کے الفاظ میں فرمایا: ولیترکن القلاص فلا یسعی علیہا (مسلم کتاب الایمان) یعنی اس زمانہ میں تیز رفتار سواری کی اونٹنیاں ترک کر دی جائیں گی۔ اور جلد سے جلد منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے تیز رو اونٹنیوں کی نسبت کہیں زیادہ تیز رفتار دیگر سواریاں نکل آئیں گی۔ اس طرح تیز رفتار اونٹنیوں کی طرف دنیا کی توجہ ہی نہ رہے گی۔

دیکھ لو! موجودہ زمانہ میں جس طرح ریل موٹر۔ ہوائی جہاز کی ایجاد نے اونٹنیوں کو بیکار بنا دیا ہے وہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس سے کسی شخص کو انکار کی گنجائش نہیں!!

گزشتہ نصف صدی کے عرصہ میں یہ نئی ایجادات جس سرعت کے ساتھ منصہ شہود پر آرہی ہیں ان میں سے تیز رفتار سواریوں کو دیکھئے انہیں دیکھ کر انسان ورطہ حیرت میں گم ہو جاتا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ ان کی ایجاد ایک مبرہن حقیقت ہے اور ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں عقل اب بھی یہ باور کرنے کو تیار نہیں ہوتی کہ کوئی سواری اٹھارہ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بھی چل سکتی ہے یعنی تین سو میل فی منٹ یا پانچ میل فی سیکنڈ! لیکن اس حقیقت سے آج کون انکار کر سکتا ہے کہ چاند کی طرف جانے والے راکٹوں کی یہی رفتار ہے۔ اور وہ بھی تو ایک سواری ہی ہے۔! اور ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ آیندہ چند سالوں کے اندر راکٹ ہی کی رفتار والی عام سواریاں نکل آئیں گی اور بمبئی کا ایک شخص اپنی بیوی سے کہے گا کہ تم چائے تیار کرو میں ذرا کلکتہ سے ہو آؤں!

اور یہ سب کچھ مخبر صادق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش خبریوں اور قرآن پاک کی بیان کردہ پیشگوئیوں کے مطابق ہی ظہور میں آرہا ہے۔!!

(باقی آیندہ اشاعت میں)

اداریہ —— بقیہ صفحہ ۲

آپ کی قوم نے بڑی مخالفت کی ہر ممکن ایذائیں پہنچائیں۔ دکھ دیئے۔ روکیں ڈالیں۔ مگر خدا تعالےٰ کی نصرت و تائید سے آپ ایسے کامیاب و کامران ہوئے کہ جب مالک حقیقی کی طرف سے آپ کو آخری بلاوا آیا تو سارا عرب اس دعوت پر لبیک کہہ چکا تھا۔ اس زبردست روحانی انقلاب میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حضور کا بے نظیر عملی نمونہ سونے پر سہاگے کا موجب بنا اور مخلوق خدا کے دل جیت لئے گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

درخواست دعا

خاکسار کے دو لڑکے عزیز سید یوسف صدیقی اور عزیز سید صدیق حسین صدیقی میٹرک کا امتحان دے رہے ہیں۔ ہر دو عزیزان کی نمایاں کامیابی کے لئے بزرگان و احباب جماعت کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے

خاکسار غلام یٰسین کبیر بابا

تعلقہ لوبیان ضلع ہلور

رُوحِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم فردوس کے دریچے سے

از مکرم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی قائمقام ناظر بیت المال آمد قادیان

میری پیاری اُمّت!
تجھ پر سلام

میری روح نے آسمان کے فرازوں پر فردوسِ بریں کے دریچے میں سے جھانک کر دنیا کی لامحدود وسعتوں میں افق تا بہ اُفق، کراں تا بہ کراں بھرپور نگاہوں سے تیرے کیف و کم کا جائزہ لیا۔ دنیا کے ہر برِّ اعظم، ہر برِّ صغیر اور ہر جزیرے میں تیرے افراد کہیں لاکھوں اور کہیں کروڑوں کی تعداد میں نظر آئے جو اپنے آپ کو مجھ سے منسوب کرتے ہیں۔ یورپ، ایشیا، افریقہ، امریکہ اور جزائر میں رہنے والے تمام اہلِ قبلہ کا ایک عمیق جائزہ لے کر اپنے دامن میں بے شمار اداسیاں لئے پلٹ آئیں۔ کیونکہ انہیں دنیا کے ہر خطے ہر ملک اور ہر بستی میں تم میں سے ہر فرد کے مغموم چہرے پر مایوسیوں کی پرچھائیاں نظر آئیں۔ چہرے سُتے ہوئے۔ سر جھکے ہوئے قلوب ولولوں اور اُمنگوں سے یکسر خالی۔ امیدیں یاسیت سے شکست خوردہ۔ تمنائیں تنزلیت کے ہم قدم اور جذبے حالات کی ناسازگاری کے شاکی۔!

میری اُمتِ مرحومہ!

یہ دلدوز نظارہ دیکھ کر میرے قلزمِ محبت میں تمہارے لئے پُرجوش لہریں اٹھیں۔ اور میں نے بڑے دکھ کے ساتھ سوچا کہ خطۂ ارضی پر تم سب کے سب آج وقفِ آلام کیوں ہو کرب و الم نے تمہارے صحنوں میں مستقل ڈیرے کیوں جما رکھے ہیں۔ تم یکبارگی اغیار کے صیدِ زبوں کیوں بن گئے!

میری تخئیل چند صدیاں پیچھے کو پرواز کر گئی۔ تمہیں بھی یاد ہوگا۔ مدینہ طیبہ کی کی چھوٹی سی بستی، میرا مہاجرین و انصار کے چند کنبے میرے ساتھ تھے۔ غریب الدیار اور ستم زدہ۔ عرب کے تمام زور آور اور جنگجو قبائل، اپنی قوتِ بازو اور کثرتِ تعداد کے بل پر مدینہ کے ان چند کنبوں کو صفحۂ عالم سے مٹا دینے کے درپے تھے۔ میں نے اپنے پیارے اور جانثار صحابہ سے کہا کہ ذرا خدا کے نام لیواؤں کی مردم شماری تو کر لی جائے مردم شماری ہوئی تو کل تعداد بچوں اور عورتوں سمیت سات سو نکلی۔ سارے عرب میں کل سات سو توحید پرست۔ اور عرب کے تمام وحشی اور خونخوار قبائل ان کے دشمن

لیکن تم جانتے ہو کہ اس مردم شماری کے بعد کیا ہُوا تھا۔؟ اس روز یوں معلوم ہوتا تھا کہ عید کا چاند نکل آیا۔ یا یوں جیسے سارے جہان کی سلطانی اور جہانبانی مل گئی ہو۔ مدینہ کا ہر مسلمان مسرور و شادماں مدینے کی گلیوں میں جشنِ مسرت مناتا نظر آتا تھا۔ سب کلمہ گو ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے ہر طرف تہنیت کے غلغلے تھے۔ ہر چہرے پر طمانیت تھی۔ ہر بشرے پہ بہجت کی رونق تھا ایک بہت ہی بڑا انکشاف ہُوا تھا کہ

وہ سات سو ہو گئے تھے!

پورے سات سو۔! میرے کچھ پیارے صحابی ہدیۂ تہنیت لے کر میرے پاس بھی آئے تھے۔ اور انہوں نے نورِ یقین سے چمکتی ہوئی پیشانیوں اور مسکراتے لبوں کے ساتھ مجھے یہ مژدہ سنایا تھا کہ

"یا رسول اللہ! اب ہم سات سو ہو گئے ہیں۔ اب دنیا کی کوئی طاقت ہمیں مٹا نہیں سکتی۔ اب اسلام کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔"

مدینہ کے ہر شخص نے مجھے مبارکباد دی۔ اس بات کی مبارکباد کہ وہ سات سو ہو گئے تھے۔ گویا وہ اپنی تعداد کے لحاظ سے اپنے تمام دشمنوں کا منہ توڑ جواب دینے کے قابل ہو گئے تھے۔

میری پیاری امت کے افراد!

تم میری بات کو غور سے سن رہے ہو نا۔ وہ صرف سات سو تھے اور وہ بھی صرف مدینہ کی چار دیواری میں محدود۔ بے سروساماں غریب و مفلوک الحال۔ فاقہ زدہ سات سو افراد۔ وہ ساری دنیا کو گویا غائبانہ چیلنج دے رہے تھے کہ

اب دنیا کی کوئی طاقت ہمیں مٹا نہیں سکے گی۔

یہ ان سات سو افراد کی آواز نہیں تھی بلکہ اس نورِ یقین کی آواز تھی جو ایمانی قوت نے انہیں ودیعت کیا تھا۔

لیکن آج تم دنیا میں ستّر کروڑ کی بہت بڑی تعداد ہونے کے باوجود ہر جگہ سرنگوں اور دل گرفتہ نظر آ رہے ہو۔ تم ہر جگہ مقہور بھی ہو اور کمزور بھی۔ تمہیں تو قدرت کی طرف سے آسمان کی پہنائیوں میں اڑنے کے لئے شہپرِ پرواز دئے گئے تھے۔ لیکن آج تم ہر چہار سو اپنی بے بال و پری کا ماتم کرتے ہوئے نظر آ رہے ہو۔ تمہارے وہ شہپر کدھر گئے۔ کس نے نوچ لئے وہ شہپر۔ میں جانتا ہوں کہ تم اپنی موجودہ بے بال و پری کی ذمہ داری قدرت سے منسوب کرتے ہو۔ اور قدرت تمہاری اس سادگی اور نادانی پر ہنس رہی ہے کہ کبھی تو تم اپنی کمزوریوں کو تقدیر سے منسوب کر دیتے ہو اور کبھی شیطان کے سر منڈھ دیتے ہو۔

تم ذرا سوچو تو۔ کہ مدینہ طیبہ کے صرف سات سو مسلمان اپنی اس تعداد پر مطمئن کیوں تھے اور تم ستّر کروڑ ہو کر مایوس کیوں ہو گئے۔ یہ بُعدُ المشرقین کیوں ہے۔ مدینہ کی چار دیواری تک محدود سات سو کی تعداد تو سارے عرب قبائل سے لوہا لینے پر آمادہ ہو اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ستّر کروڑ مسلمان نکبت و ادبار کا شکار رہیں!

میری پیاری امت!

تمہیں معلوم ہے کہ ستّر کروڑ کی تعداد کتنی ہوتی ہے؟ تمہیں اپنی اس عظیم تعداد کا احساس بھی ہے۔ سات ہزار لاکھ مسلمانو! کبھی سوچو تو! اپنی تنہائیوں کو کبھی یہ سوچنے کے لئے وقف تو کرو۔ تم صرف تعداد کے لحاظ سے ہی عظیم نہیں ہو تم اپنے ذرائع کے اعتبار سے بھی عظیم ہو۔ دنیا کے نقشے پر درجنوں ممالک تمہارے تسلّط میں ہیں۔ دنیا بھر کی دولتیں قدرت نے تمہیں عطا کر رکھی ہیں کہیں تیل کے چشمے سیّال سونے کی شکل میں تمہارے قبضہ میں ہیں کہیں ربڑ کے سینکڑوں میلوں پر محیط باغات زر و جواہر اگل رہے ہیں۔ کہیں ٹین کی کانیں ہیں اور کہیں سونے کی۔ کہیں کپاس پر تمہاری اجارہ داری ہے اور کہیں پٹ سن پر۔ دنیا جہان کی نعمتیں قدرت کی طرف سے عطا کر کے تمہیں مالا مال کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود تم ادبار زدہ ہو۔

تم سوچو تو! کہ آخر ایسا کیوں ہے۔ مدینہ کے سات سو فاقہ زدہ مسلمان اپنی بے سروسامانی کے باوجود اپنی تعداد پہ نازاں ہوں اور تم سات کروڑ فارغ البال ہونے کے باوجود بجلیوں کی زد میں ہو۔

برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

لیکن آخر برق تمہارے ہی گھروں کا راستہ کیوں ڈھونڈ لیتی ہے۔ آخر تمہارے ہی مکانوں پہ "منتظرِ برق" قدرت نے جلی حروف میں کیوں لکھ دیا ہے؟ تم اپنے اندر ڈوب کر کبھی غور تو کرو کہ اس انجام تک تم کیوں پہنچے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہارے اپنے ہی ہاتھ کھینچ کر اس انجام کو اپنے قریب لے آئے ہوں۔ اپنی موت کے فتوے پر تم نے خود ہی دستخط کئے ہوں

میری ستّر کروڑ اُمت!

تم وہ ہو کہ جب تمہارے دلوں میں کلمۂ طیبہ کا اثر تھا جب تم اپنی پیشانیوں میں بسے ہوئے نور کی روشنی میں چلتے تھے جب قرآن پاک کی تعلیم کی شمع تمہارے قلوب میں روشن تھی۔ جب اتحاد و اجتماعیت تمہارا طرۂ امتیاز تھا۔ جب تم میرے اُسوہ اور میری سنت پر عامل تھے تو قیصر و کسریٰ اپنے سنہری تختوں پر بیٹھے تمہارے نام سے لرزہ براندام ہوتے تھے۔ تم جب تک حقیقی معنوں میں میرے رنگ میں رنگین اور اسلام کی تعلیم پر عمل پیرا رہے عرشِ عظیم کا قادر و توانا خدا خود تمہارا پشتیبان رہا منزلیں خود چل کر تمہارے استقبال کو آتی رہیں۔ کامیابیاں خود تمہارے لئے چشم براہ رہیں۔ خدا کی تائید و نصرت خود تمہاری تلاش میں سرگرداں رہی۔

لیکن اب تم خود ان تمام چیزوں کو تلاش کرتے ہو اور دور دور تک ان کا نشان نہیں پاتے۔ خدا تعالیٰ کی نعمتیں رائیگاں نہیں ہُوا کرتیں۔ البتہ ان نعمتوں کا مورد بننے کے تم خود اہل نہیں رہے میرے اسوہ کو چھوڑ کر، میرے طریق کو ترک کر کے، میری سنت کو پسِ پشت ڈال کر تم کس طرح نصرتِ خداوندی کے مستحق ہو سکتے ہو۔ خدا کے نام اور میری سیرت کے ذکر کو صرف اپنے ہونٹوں تک محدود کر کے تم تائیدِ ایزدی کے طلبگار رہتے ہو حالانکہ خدا کا نام زبان اور ہونٹوں سے اتر کر تمہارے سینوں کی گہرائیوں میں بس جانا چاہیئے اور میرا اسوہ اور میری سنت اور میری سیرت تمہارے ہر عمل و کردار سے نمایاں ہونی چاہیئے۔

تم میری سیرت کے قیام کے لئے انجمنیں بناتے ہو۔ تم بڑے بڑے جلسے منعقد کرتے ہو۔ تم گھنٹوں اس موضوع پہ تقریریں کرتے ہو۔ لیکن تم ہی سامعین کے دلوں کی گہرائیوں میں یہ جذبہ پیدا نہیں کر سکتے کہ جو کچھ سنا ہو اس پر عمل بھی کریں۔ تم میں کتنے ہیں جو میری سیرت کے تذکرے سن کر اپنے اندر ویسی ہی تبدیلی پیدا کرنے پر آمادہ ہوئے ہوں۔ کیا تم اس حقیقت سے انکار کر سکتے ہو کہ تمہارے سیرت کے جلسوں کے اکثر سامعین جلسہ گاہوں سے اٹھ کر سیدھے ناگ گھروں

کا رُخ کرتے ہیں۔ کیا تم اس بیّن یا اتفادہ مشاہدہ کو رد کر سکتے ہو کہ تم میں سے ۹۹ فیصد وہ لوگ ہیں جو میری سنت پر عمل کرنا اپنی شان اور خاندانی روایات کے خلاف سمجھتے ہیں۔ پھر تم کس منہ سے یہ توقع کر سکتے ہو کہ تمہاری ان بے عملیوں کے باوصف اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تمہاری نصرت کے لئے نزول فرما ہوں گے۔

میری پیاری اُمّت!

قرآن، حدیث اور سنت نے بار بار یہ نکتہ تمہیں سمجھایا کہ قوت کا سرچشمہ دراصل اتحاد و یکجہتی ہے۔ بے شمار مثالوں سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تمہیں اجتماعیت کے گُر سکھائے۔ تمہاری تمام عبادات اجتماعیت کے درس ہیں۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ اور عیدین یہ سب کے سب اجتماعیت کے مظاہر ہیں تم نماز کے وقت جب کندھے سے کندھا ملا کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہوتے ہو تو عبادت کے ساتھ ہی تقدیری رنگ میں تم اجتماعیت کا مظاہرہ کر رہے ہوتے ہو۔ روزانہ پانچ مرتبہ تمہیں یہ سبق یاد کرایا جاتا ہے۔ لیکن مسجد سے باہر قدم رکھتے ہی تم اس سبق کو بھول چکے ہوتے ہو۔ اور اپنی انفرادیت کو اسلامی اجتماعیت پر ترجیح دینے لگ جاتے ہو کبھی تم نے حج کے مقصود حقیقی کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ حج کا مطلب تو دوسری عبادات کے علاوہ یہ تھا کہ تم ساری دنیا سے کو نے کونے سے اس مبارک مقام پر جمع ہو کر عالم اسلام کو پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرو۔ دور کیوں جاؤ ابھی اسی سال حج کے مبارک موقع پر جو دنیا بھر کے پانچ لاکھ مسلمانوں کا عظیم الشان اجتماع ہوا تھا اس میں تم نے عالم اسلام کے مسائل کا کیا حل سوچا؟ کیا تم نے اپنے کسی بھائی کو اس کی مشکل سے نجات دلانے کی کوئی ترکیب سوچی؟

تم بے شمار مصائب میں گھر جانے کے باوجود کیا اس حقیقت کو جھٹلا سکتے ہو کہ تم نے حج کی اس مبارک تقریب اور اس سے پیدا ہونے والے اس سنہری موقع کو ضائع کر دیا۔ نہ صرف ضائع کر دیا بلکہ اس مبارک تقریب کے بعد اسلامی ممالک نے کچھ اس قسم کے دُور نا اندیشی کے مظاہر کئے ہیں کہ مصلحتیں سر پیٹ کر رہ گئی ہیں۔ اور اجتماعیت کا تصور خراب ہو کر رہ گیا ہے۔ اے کاش! تم اکٹھے بیٹھ کر سوچ سکتے کہ تم ایک عظیم قوت ہو جسے اغیار کی ریشہ دوانیوں نے پارہ پارہ کر رکھا ہے۔ اور تمہاری اجتماعیت کبھی تو امریکی دجالیت کے چنگل میں پھنس کر لُٹ جاتی ہے اور کبھی روسی سیاست کی ضربوں سے فنا ہو جاتی ہے۔ اور پھر چینی مداریوں کی شعبدہ بازیاں اسے افیون کی گولی کھلا کر گہری نیند سلا دیتی ہیں۔ اور تم سب ان شاطروں کی بساطِ سیاست کے مہرے بن کر اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر لڑھکتے پھر رہے ہو۔ کبھی تمہیں امریکہ کا شاہ مات دے جاتا ہے اور کبھی روس کا وزیر اور کبھی چین کا پیادہ۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان تمام سیاسی شاطروں نے اپنے سیاسی اختلافات کے باوجود کوئی خفیہ معاہدہ اس قسم کا کر رکھا ہو کہ موجودہ زمانہ میں اسلام جو اجتماعیت کا لباس فاخرہ پہن کر ایک عظیم طاقت کے روپ میں اُبھر سکتا ہے اسے کبھی مجتمع نہ ہونے دیا جائے۔ اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ کا عملی مشاہدہ تو تم بارہا کر چکے ہو۔ پھر اس امکان کو نظر انداز کر کے کبھی روس کبھی چین اور کبھی امریکہ کو اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھ لینا قرین عقل و دانش نہیں ہے۔ امریکہ اگر واقعی پاکستان کا ہمدرد ہے تو وہ عربوں کا جانی دشمن کیوں ہے۔ روس اگر واقعی عربوں کا خیر خواہ ہے تو وہ دوسرے مسلمان ممالک کا دشمن کیوں ہے۔ آخر کب تمہاری آنکھیں کھلیں گی۔ تم کب تک ان شاطروں کی بساط پر لڑھکنیاں کھاتے رہو گے

اے، مجھ پر درود و سلام بھیجنے والے افرادِ اُمّت!

سیاسی طور پر ترقی یافتہ اس دنیا میں کوئی کسی کا حقیقی دوست یا دشمن نہیں ہر ملک کے پالیسی ساز اپنے مفادات کو سامنے رکھ کر پالیسیاں بناتے ہیں جب کوئی دوستی کسی کے مفادات سے ٹکرا جاتی ہے تو وہ فوراً دشمنی کا چولا بدل لیتی ہے تمہارا کوئی دوست نہیں ہو سکتا اگر تم خود اپنے دشمن ہو اور تمہارا کوئی دشمن تمہیں گزند نہیں پہنچا سکتا اگر تم خود اپنے دوست بن جاؤ۔

قدرت تمہیں بار بار جھٹکے دے رہی ہے اور خدا تعالیٰ کا دانی ہتھوڑا بار بار تمہارے سروں پر زور دار ضربیں لگا رہا ہے تاکہ تم خواب خرگوش سے بیدار ہو جاؤ تاکہ تم اپنی چشم بصیرت کو وا کر سکو۔ تاکہ تم اپنے گوشِ ہوش کھول کر سن سکو کہ چین روس اور امریکہ کی پناہ میں ڈھونڈنا محض شرک ہے۔ تم ایک نعرۂ ابراہیمی اور ضربِ حیدری لگا کر ان بتوں کو توڑ تاڑ کر پھینک دو اور صرف خدا کی پناہ میں آجاؤ کہ حقیقی پناہ گاہ وہی ہے وہی تمام قوتوں کا سرچشمہ ہے جسے اس کی پناہ مل جائے اسے دنیا کی کوئی طاقت نیچا نہیں دکھا سکتی ساری دنیا کی طاقتیں مل کر بھی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتیں۔ کوئی اور نادان تو ازرہ ہٹ و تعصب اس کا انکار کر سکتا ہے لیکن تم تو خود بدر کے تاریخی میدان میں اس امر کا مشاہدہ کر چکے ہو کہ کس طرح صنادید قریش کو تم نے تعداد میں کم ہونے کے باوجود عبرتناک شکست دی تھی ان کا عددی تفوق تمہاری اجتماعیت کی چٹان سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ اسی طرح تم نے جب بھی اپنے آپ کو خدا کی گود میں گرا دیا کوئی دشمن تم پر حاوی نہ ہو سکا۔

پس میری پیاری اُمّت!

یہی وہ آزمودہ نسخہ ہے جسے تم نے بدقسمتی سے بھلا دیا تھا۔ اسی کو اپنا کر تم آج بھی اپنے دکھوں کا مداوا کر سکتے ہو۔ تم اپنے جسموں اور روحوں کے ساتھ آستانۂ الٰہی پر گر جاؤ۔ تم قرآن اور میری سنت اور میری سیرت کی پیروی پر دل و جان کے ساتھ کمربستہ ہو جاؤ اسی طرح جس طرح میرے پیارے صحابہ ہوئے تھے تم جب بھی ایسا کرو گے خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت تمہاری پشت پناہی کرے گی اور تم زندگی کے ہر کارزار میں سرخرو ہو کر نکلو گے۔

لیکن تم کیسے مجتمع ہو سکتے ہو۔؟ وہ حبل اللہ کہاں ہے جسے تم مضبوطی کے ساتھ پکڑ کر اجتماعیت کی سلک میں منسلک ہو سکتے ہو۔؟ تمہارا شیرازہ تو اس طرح بکھرا ہوا ہے جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور دانے فرش پر دور دور تک پراگندہ ہو جائیں۔ ان دانوں کو چننے اور تاگے میں پرونے کے لئے ایک ہاتھ کی ضرورت ہے۔ وہ کونسا ہاتھ ہے جو تمہارے انتشار زدہ دانوں کو جمع کر کے ایک رسی میں پرو سکتا ہے؟

تم اسلامی تاریخ پر نظر ڈالو۔ اسلام کے صدر اوّل میں جب تک تم میں خلافت قائم رہی تم شیرازہ بند رہے۔ پھر تم ایک امام کے بغیر کس طرح جمع ہو سکتے ہو؟ اس وقت تو تمہاری حالت یہ ہے کہ تم میں سے ہر سرکردہ آدمی اور ہر اسلامی ملک کا سربراہ اپنے آپ کو سب کا امام سمجھتا ہے۔ پھر تم کس کے ہاتھ پر جمع ہو سکتے ہو۔ عقل سلیم اور تجربہ اس کا یہی جواب دے گا کہ

خلیفہ کے ہاتھ پر

اور تم ہو کر اپنی اپنی سیادت کا اشتہار دیتے ہو۔ حالانکہ خالق تقدیر نے یہ فیصلہ لوحِ محفوظ پر لکھ رکھا ہے کہ مسلمان جب بھی ترقی کریں گے ایک امام اور واجب الاطاعت خلیفہ کے ہاتھ پر جمع ہو کر ترقی کریں گے۔ وہ روحِ اسلام کو اپنا کر جادۂ کامرانی کی طرف گامزن ہوں گے۔

آج روئے زمین پر اسلامیان میں اگر کہیں خلافتِ حقہ کا وجود ہے تو وہ صرف جماعت احمدیہ میں ہے۔ جس کا ایک واجب الاطاعت امام اور خلیفہ ہے۔ جو اسلام کی حقیقی خدمت پر کمربستہ ہے۔ جو ساری دنیا میں اسلام کا پرچم سربلند رکھنے کے لئے شب و روز کوشاں ہے۔ تم نے اس کے ہاتھ پر جمع ہونے میں بہت دیر کر دی ہے۔ اب بھی مافات کی تلافی ہو سکتی ہے۔ جلدی کرو کہ وقت بہت تیز رفتار ہے۔ اے میری امت تجھ پر سلام!

اخبارِ احمدیہ

لنڈن۔ ۱۵ر شہادت (اپریل) سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز کی صحت کے بارہ میں ۹ر اپریل کی رپورٹ مظہر ہے کہ:-

”حضور اقدس کی طبیعت شوریٰ (۳۱ر مارچ تا ۲ر اپریل) میں اچھی رہی الحمدللہ خیریت سے یہ تین دن گزرے۔ احباب حضرت اقدس کی نصائح اور ہدایات سے نوازے جاتے رہے۔ الحمدللہ۔ البتہ پرسوں سے طبیعت بخار اور پیچش کی وجہ سے ناساز ہے۔“

احباب جماعت اپنے محبوب امام ہمام کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر اور مقاصد عالیہ میں فائز المرامی کے لئے التزام سے دعائیں کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔ آمین

قادیان۔ ۲۵ر شہادت۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ محترم صاحبزادہ صاحب یکم مئی کو اڑیسہ کے تربیتی دورہ کے لئے مع اہل و عیال تشریف لے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں سب کا حافظ و ناصر ہو۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان مع جملہ درویشان کرام بفضلہ تعالیٰ خیر و عافیت سے ہیں۔ الحمدللہ

تقریر برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان ۲۲ر فروری ۱۹۷۲ء

قسط دوئم

غرباء یتیموں اور عورتوں سے متعلق

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپؐ کا عمل

(از مکرم مولوی عبدالحق صاحب فضل انچارج مبلغ آندھرا پردیش)

شادی

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی مکہ کی ایک پاکباز اور متموّل خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی۔ شادی کے بعد جب حضرت خدیجہؓ نے محسوس کیا کہ آپؐ کا حساس دل ایسی زندگی میں کوئی خاص لطف نہیں پائے گا کہ آپؐ کی بیوی مالدار ہو اور آپ اس کے محتاج ہوں تو حضرت خدیجہؓ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں اپنا مال اور اپنے غلام آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتی ہوں۔ آپؐ نے کہا خدیجہؓ کیا سچ مچ؟ جب حضرت خدیجہؓ نے پھر دوبارہ اقرار کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میرا پہلا کام یہ ہوگا کہ میں غلاموں کو آزاد کر دوں۔ چنانچہ آپؐ نے اسی وقت حضرت خدیجہؓ کے غلاموں کو بُلایا اور فرمایا تم سب لوگ آج سے آزاد ہو۔ اور مال کا اکثر حصہ غرباء میں تقسیم کر دیا۔ یہ عظیم الشان واقعہ بتاتا ہے کہ رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے قلبِ صافی میں بنی نوع انسان کے کمزور ترین طبقات کی خبرگیری کے لئے کس قدر درد پایا جاتا تھا۔ اکثر دُنیا میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی غریب آدمی مالدار بن جاتا ہے تو وہ بہت زیادہ مال و دولت سے پیار کرنے لگ جاتا ہے۔ اس کے مقابل پر رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دریتیم ایک غریب خاندان کے فرد ہیں۔ لیکن جونہی حضور پرنورؐ کے ہاتھ میں دفعتاً بہت سا مال اور غلام آجاتے ہیں حضورؐ فوراً اس مال کا کثیر حصہ غرباء میں تقسیم فرما دیتے ہیں۔ اور غلاموں کو آزاد فرما دیتے ہیں۔

زکوٰۃ

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس پُرعظمت فطری احساس کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ پانچ ارکانِ اسلام میں ایک رُکن زکوٰۃ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقرر ہُوا۔ یہ ایک مستقل ٹیکس ہے جو قوم کے اُمراء پر لگایا گیا ہے۔ جس کی غرض ہی محتاجوں اور غرباء کی خبرگیری بتائی گئی ہے۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ کی غرض بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَآءِ هِمْ وَتُرَدُّ اِلٰی فُقَرَآءِ هِمْ۔

یعنی یہ ٹیکس قوم کے مالداروں سے لیا جاتا ہے اور قوم کے غرباء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس ٹیکس کو اتنی بڑی اہمیت حاصل ہے کہ رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب بعض لوگوں نے اس ٹیکس کو ادا کرنے سے انکار کر دیا تو خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکرؓ صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لوگ جب تک، اونٹ کا گھٹنا باندھنے والی حقیر رسّی تک ادا کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوں گے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس سلسلہ میں ادا کرتے تھے تو بھی میں اُن لوگوں کے ساتھ جنگ کروں گا۔ تا آنکہ وہ تمام وکمال اس ٹیکس کو ادا کرنے کے لئے تیار نہ ہو جائیں۔

انفرادی ذمہ داری

زکوٰۃ ایک اجتماعی ٹیکس ہے۔ اس کے علاوہ انفرادی اعتبار سے بھی ہر مسلمان پر اس کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمِلَةِ وَ
وَالْمِسْکِیْنِ کَالْمُجَاهِدِ
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوِ الْقَآئِمِ
اللَّیْلِ الصَّآئِمِ النَّهَارِ۔

یعنی بیوہ اور محتاج کے لئے کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح ہے جو رات کو عبادت کرنے کے لئے جاگتا اور دن کو روزہ رکھتا ہے۔

اسلامی فلسفہ

بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہماری تو اپنی ہی ضروریات پوری نہیں ہوتیں، ہم دوسروں کی خبرگیری کس طرح کر سکتے ہیں۔ لیکن اسلامی فلسفہ اس سے بہت بلند مقام رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے "یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ" یعنی خدا کے بندے وہ ہوتے ہیں جو خوشحال ہونے کے اوقات میں بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور تنگدستی اور مشکل حالات میں بھی اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ بلکہ مشکل حالات میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرکے انسان بہت جلد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام ایک مقام پر فرماتے ہیں:؎

دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر در پیش ہے
پر یہی ہیں دوستو اس یار کے پانے کے دن

روٹی کا مسئلہ چونکہ بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ایک پہلو عملی طور پر اس طرح پیش کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضورؐ نے کبھی بھی زندگی میں پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ اور تعلیم کے طور پر حضور پُرنورؐ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

"دو آدمیوں کا کھانا تین کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ اور تین کا کھانا چار کے لئے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی کا کھانا دو کے لئے اور دو کا چار کے لئے اور چار کا آٹھ کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔"

دُودھ کا پیالہ

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابُوہریرہؓ کئی وقت کے بھُوکے مسجد نبویؐ کے دروازے پر کھڑے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہُ کا وہاں سے گذر ہُوا۔ سوال کرنے سے تو حضورؐ منع فرماتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ نے قرآنِ کریم کی ایک ایسی آیت پڑھی جس میں بھوکوں کو کھانا کھلانے کا ذکر اور ترغیب ہے۔ اور اس کا مفہوم دریافت کیا۔ حضرت ابوبکرؓ اس اشارہ کو نہ سمجھ سکے۔ اور آیت کی کچھ تشریح بیان فرما کر تشریف لے گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہُ وہاں سے گزرے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ وہ بھی اس اشارہ کو سمجھ نہ سکے۔ اور تشریف لے گئے۔ حضرت رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلم دُور سے حجرے کی کھڑکی میں سے یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کے چہرے سے بھانپ لیا کہ یہ بھوکے ہیں۔ فرمایا ابوہریرہؓ! کیا بھوکے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ! بات تو کچھ ایسی ہی ہے۔ فرمایا چلے آؤ ہمارے ہاں بھی کئی وقت سے آگ نہیں جلی۔ ایک پیالہ دُودھ کہیں سے تحفہ آیا ہے۔ آؤ اس میں تم بھی شریک ہو جاؤ۔ اور ذرا ان اصحاب صفہ میں آواز دیکر دیکھ لو اور بھی کچھ بھوکے لوگ ہوں تو ان کو بھی ساتھ لے آؤ۔

حضرت ابُوہریرہؓ کے آواز دینے پر چھ آٹھ آدمی اور اُٹھ کھڑے ہوتے اور یہ بھوکوں کی فوج رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہنچ گئی جس کے سپہ سالار حضور خود ہی تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں میں سوچ رہا تھا کہ ایک پیالہ دودھ ہے، میں خود کئی وقت کا بھوکا ہوں۔ اتنے سارے لوگ یہ بھی بھوکے۔ خود رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی کئی وقت کے بھُوکے ہیں۔ دیکھیں یہ انوکھی مہمان نوازی آج کیا رنگ لاتی ہے۔ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دودھ کا پیالہ اندر سے لاکر حضرت ابوہریرہؓ کے ہاتھ میں تھما دیا اور فرمایا ان سب کو یہ دُودھ پلاؤ۔ پلانے والا چونکہ پہلے خود نہیں پی سکتا اس لئے وہ سمجھے کہ شاید میری باری آنے سے بہت پہلے ہی یہ دُودھ ختم ہو چکا ہوگا۔ اور بظاہر ایسا ہی دکھائی دیتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس دُودھ میں ایسی برکت رکھ دی کہ سب نے سیر ہو کر دُودھ پیا۔ اور دودھ پھر بھی ختم نہ ہُوا۔ رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر بار بار حضرت ابوہریرہؓ نے بھی خوب سیر ہو کر دُودھ پیا اور آخر میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دودھ میرے ناخنوں سے بھی ٹپکنے لگے گا۔ آخر میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیہ دُودھ نوش فرمایا۔ اور دُودھ ختم ہو گیا۔

رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی حسنِ تربیت کے نتیجہ میں یہ روح صحابہ کرامؓ میں بھی پیدا ہو گئی تھی۔ نہ صرف یہ کہ مالدار لوگ اپنے غریب بھائیوں کی خبرگیری کرتے تھے بلکہ وقت پڑنے پر عُسر اور تنگی کی حالت میں بھی بے مثال قربانیاں پیش کر دیتا تھا۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کی محبت و معرفت اور اس کی ذات و الا صفات کی رضا اور خوشنودی کی بنیاد پر ہی ہوتا تھا۔ دکھاوے، ریاء یا مادی منفعت کے پیش نظر ایسا نہ ہوتا تھا۔ البتہ یہ بات ظاہر ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی رضا انسان کو حاصل ہو جاتی ہے تو سب کچھ مل جاتا ہے۔

"تجھے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو۔"

بے مثال قُربانی

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بھوک نے بہت پریشان کر رکھا ہے۔ اور مجھے سخت

تکلیف ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں پیغام بھیجا کہ کچھ کھانے کو ہے تو بھیج دیں۔ گھر سے جواب آیا کہ پانی کے سوا کچھ چیز نہیں ہے۔ حضور نے حاضرینِ مجلس سے فرمایا۔ آج کون اس کو کھانا کھلائے گا؟ ایک انصاری نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے اس کی مہمانی کا شرف عطا فرمایا جاتے۔ چنانچہ وہ اس کو لے کر گھر آیا اور اپنی بیوی سے کہا، یہ اللہ کے رسول کا مہمان ہے۔ اس کی خاطر مدارات میں کوئی کمی نہ رہنے پائے۔ بیوی نے کہا صرف بچّوں کے لئے تھوڑا سا کھانا ہے۔ اس پر اس انصاری نے کہا کہ بچّوں کو کسی طرح بہلا کر سُلا دو۔ اور جب مہمان کھانے کے لئے اندر آئے تو چراغ بجھا دینا۔ اور اندھیرے میں ہم بھی ایسا کریں گے جیسے ہم بھی اس کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی انہوں نے کیا وہ مہمان کے ساتھ بیٹھ رہے۔ مہمان کھانا کھاتا رہا۔ اور مہمان کو جتائے بغیر وہ خود میاں بیوی بھوکے رہے۔ صبح کو جب وہ انصاری رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور اُسے دیکھ کر مسکرائے۔ اور فرمایا تم دونوں میاں بیوی نے جیسا عمدہ اور اچھوتا برتاؤ مہمان کے ساتھ کیا اُسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ بھی عرشِ عظیم پر مسکرایا۔ اللہ اکبر۔

احبابِ کرام! بلاشبہ اس انصاری صحابیؓ نے اپنے بیوی بچوں کو بھوکا رکھ کر اور خود بھوکا رہ کر ایک بھوکے آدمی کو کھانا کھلایا۔ اور ایک بے مثال قربانی کا نمونہ پیش کیا۔ لیکن یہ قربانی محض اللہ تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہی تھی۔ اس انصاری کو جب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پیارے الفاظ میں خبر دی (جبکہ اس واقعہ کا علم سوائے زمین پر صرف اس کو اور اس کی بیوی کو ہی تھا) تو کس قدر روحانی مسرت اس کو حاصل ہوتی ہوگی۔ اس کا اندازہ لگانا غیر ممکن ہے۔

پس رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے غرباء، یتیموں اور مصیبت زدہ افراد کے لئے وہ اعلیٰ تعلیم دی اور اپنا عملی نمونہ دُنیا کے سامنے پیش کیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ نہ صرف امراء کو ترغیب دلائی کہ غرباء کی مدد کریں بلکہ غرباء میں بھی یہ رُوح پیدا کر دی کہ وہ خود دکھ اٹھا کر دوسروں کے لئے سہارا بنیں۔ اور ان کو آرام پہنچائیں۔ یہ رُوح دورِ حاضرہ کی مادی تحریکات کمیونزم، سوشلزم یا غریبی ہٹاؤ کے نعرے ہرگز پیدا نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ نہ ہی ان تحریکات کے نتیجہ میں وہ عظیم الشان انقلاب برپا ہو سکتا ہے جو اسلام پر چلنے سے ان پاکیزہ لوگوں نے دیکھتے ہی دیکھتے برپا کر دیا تھا۔

اے برادرانِ احمدیت! آپ کو مبارک ہو کہ اسلام کے اس حقیقی اور سچے فلسفہ کے وارث دورِ حاضرہ میں آپ ہی ہیں۔ آج دُنیا روحانی اور جسمانی اعتبار سے غریب و یتیم دکھائی دیتی ہے۔ اور آج جماعتِ احمدیہ ہی ایک غریب اور کمزور جماعت ہونے کے باوجود روشنی کا عظیم الشان مینار ہے اور آج اس کی جانی اور مالی قربانیاں ایک طرف غرباء اور یتامیٰ کی مادی ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں اس کے نتیجہ میں نازل ہوتیں اور خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ اور دوسری جانب روحانیت سے بے بہرہ اس بھٹکتی ہوئی دنیا کے لئے یہ قربانیاں خدا تعالیٰ کی محبت و معرفت کے راستے متعین کر رہی ہیں۔ ان میں دکھاوے اور ریاء کا شائبہ بھی نہیں ہے ؎

زندہ وہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں
مقبول بن کے اس کے عزیز و حبیب ہیں

یہ تمام برکات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بروزِ کامل حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت کے نتیجہ میں جماعتِ احمدیہ کو ملی ہیں۔ اور اس پُرعظمت فلسفہ پر جو اسلام نے اس سلسلہ میں بیان فرمایا ہے جماعتِ احمدیہ گامزن ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں ایک عظیم انقلاب خدا تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق برپا ہو رہا ہے۔

سُود

احبابِ کرام! مَیں نے اپنے مضمون کے ضمن میں سرمایہ داری، کمیونزم، سوشلزم اور غریبی ہٹاؤ کی مادی تحریکات کی طرف موازنہ کے رنگ میں اشارے کئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں ایک اور امر کی جانب بھی اشارہ کرنا ضروری ہے۔ اور وہ سُود کا مسئلہ ہے۔ اس کا بھی اقتصادیات اور بالخصوص دورِ حاضرہ کی اقتصادیات کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اس لئے یہ چیز بھی میرے مضمون کا حصّہ ہے۔ سودی کاروبار کا آغاز یہودیوں سے ہوا۔ اور اسی سُودی کاروبار کے ذریعہ سے جو مظالم بنی نوعِ انسان پر یہودی ذہنیت نے برپا کئے وہ تاریخ عالم میں افسانوی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ حقیقۃً بھی اسی رنگ میں رنگین ہیں۔ اور عیسائیت جو دورِ حاضرہ کی اقتصادیات پر چھائی ہوئی ہے اس نے بھی سُود کو اپنا رکھا ہے۔ اور سُودی کاروبار کو ایک عظیم حربہ کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے جس کے نتیجہ میں سودی کاروبار بہت بڑھ گیا ہے اور اس کا دباؤ تمام دنیا پر اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ اگر کوئی اس سے بچنا چاہے تو بچنا بہت مشکل ہے۔

آج سے چودہ سو سال قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر بتا دیا تھا کہ لَیَأْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی اَحَدٌ اِلَّا اٰکِلُ الرِّبٰوا۔ فَاِنْ لَّمْ یَاْکُلْہُ اَصَابَہٗ مِنْ بُخَارِہٖ

کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگوں میں سُودی کاروبار اس قدر فروغ پا جائے گا۔ اور تسلط حاصل کرے گا کہ سب کے سب سُود خور ہو جائیں گے۔ اور جو بچ رہیگا اس کو بھی سودی کاروبار کی گرمی اور بخار ضرور پہنچے گا۔

ہمارا ملک ہندوستان ایک طرف بعض دوسرے ممالک کی طرح بے حد مقروض ہونے کے نتیجہ میں سُودی دباؤ میں آیا ہوا ہے۔ دوسری جانب حالیہ فیصلوں کی رُو سے خود کفیل ہونے کا عزم بھی حکومت نے کر لیا ہے۔ تیسری جانب "غریبی ہٹاؤ" کا وعدہ اور فقرہ کی پابجائی کا سوال بھی بڑی شدت کے ساتھ سامنے آگیا ہے۔ اس سہ نکاتی پروگرام کے نتیجہ میں سودی کاروبار کو مزید فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ کیونکہ ہماری گورنمنٹ کاروبار کو وسعت دینے کے لئے امراء یا غرباء میں قرضے جاری کرنے کے لئے بے پناہ روپیہ خرچ کر رہی ہے وہ سب سودی کاروبار کی بنا پر ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں غربت اور محتاجی دُور ہونے کی بجائے اور زیادہ بڑھ رہی ہے۔ اور دوسری جانب گورنمنٹ نظامِ حکومت کو چلانے کے لئے اور سُودی دباؤ کو کم کرنے کے لئے بھاری بھرکم اور غیر متوازن ٹیکس لگا رہی ہے۔ اس کے نتیجہ میں دیانت داری کے ساتھ تجارت کرنا دن بدن مشکل سے ناممکن مسئلہ بنتا چلا جا رہا ہے۔ اور مذہبی نقطۂ نگاہ سے یہ ایک خطرے کی دردناک گھنٹی ہے جسے ہمارے ملک کے سیاسی راہنماؤں اور اقتصادی ماہرین کو گوشِ ہوش سے سُن کر ابھی سے اس کے علاج کی فکر کرنا چاہیئے۔ قرآنِ کریم نے اس حقیقت کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ "اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔"

کہ عالم الغیب خدا نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے۔ اور سُود کو حرام قرار دیا ہے۔ اور آج ہمارے ملک میں تجارت کے دروازے مسدود ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور سُود کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ اس لئے مذہبی نقطۂ نگاہ سے یہ ایک خطرناک فضا ہے جو نہ صرف ہمارے ملک میں قائم ہو گئی ہے بلکہ ترقی پر ہے۔ لہٰذا اس فضا میں "غریبی ہٹاؤ" کا نعرہ کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

تمام دنیا میں سُودی دباؤ نے جو فضا پیدا کر رکھی ہے اس فضا کے لئے قرآن کریم نے چونکا دینے والی ایک وارننگ بھی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

"یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ"

کہ بالآخر اللہ تعالیٰ سودی بنیاد پر کھڑی ہونے والی اس عمارت کو تباہ و برباد کر دے گا اور مٹا دے گا۔ اور اس کے مقابل پر ایک نحیف و کمزور اور ناتوان صدقات اور چندہ جات پر کھڑی ہونے والی عمارت کو بڑھائے گا، ترقی دے گا اور پروان چڑھائے گا۔ پس سودی بنیاد پر اقتصادیات کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اس نظام اقتصادیات کے نتیجہ میں امیر اور زیادہ امیر اور غریب اور زیادہ غریب ہوتا چلا جائیگا۔ اور بالآخر باہمی ٹکراؤ سے تباہ ہو جائے گا۔ اس کے مقابل پر یُرْبِی الصَّدَقٰتِ کے الفاظ میں جماعتِ احمدیہ کو خوشخبری دی گئی ہے کہ جس کا ہر امیر و غریب یکساں طور پر صدقات و چندہ جات اور قربانیاں محض خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر پیش کر رہا ہے یہ قربانیاں خدا تعالیٰ کے حکم سے ضرور پروان چڑھیں گی۔ اور اس وقت تک غریبی ہٹاؤ کا مسئلہ صحیح طور پر حل نہ ہوگا جب تک کہ قرآن کریم کی آیت

وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ

کی آواز انسانی فطرت کی گہرائیوں میں اُتر کر ہر شاہ و گدا سے یہ نہ منوا لے گی کہ درحقیقت تمام بنی نوع انسان امیر ہوں یا غریب حکمران ہوں یا رعایا سب کے سب محتاج ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی غنی ہے۔ اور اسی طرح مخلوقِ خدا بس ایک ہی دروازہ پر جب تک گردن نہ رکھ دے گی حقیقی امن قائم نہ ہوگا۔ کیونکہ تعلق باللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ دو متوازی اور مربوط جذبات ہیں جن کی ایک عظیم فلسفہ کے رنگ میں صحیح ترجمانی اسلام نے کی ہے۔ اور اسی کے لئے اپنی نوشتوں کے مطابق دورِ حاضرہ میں جماعتِ احمدیہ عالمِ وجود میں آئی ہے۔ اور سُودی کاروبار اور دورِ حاضرہ کا سودی دباؤ جس کی نظیر کسی زمانہ میں نہیں ملتی تعلق باللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ دونوں جذبات کی نفی کرتا ہے ؎

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو تب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

(باقی)

آنحضرت صلعم ــــ اور ــــ حقوقِ نسواں

از مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری مدرس مدرسہ احمدیہ و قائد مجلس خدام الاحمدیہ قادیان

کسی بادشاہ کو تصور میں لائیے جبکہ وہ اپنے دربار یا کسی اجتماع میں جلوہ افروز ہونے والا ہو۔ کتنی تیاریاں کی جاتی ہوں گی۔ کیسے دربار سجایا جاتا ہوگا۔ کیسے بزم آراستہ کی جاتی ہوگی۔ بادشاہ کی عزت و تکریم کے مکمل سامان اور جملہ استقبالیہ انتظام کیسی پھرتی اور تندہی سے کئے جاتے ہوں گے۔ اس لئے کہ آج بادشاہ سلامت تشریف لانے والے ہیں۔ اور جب دربار میں جلوہ افروز ہوں گے تو ہر ایک کی فریاد رسی کی جائے گی۔ ظالم کو اس کے ظلم کی سزا ملے گی۔ مظلوم کی حمایت اور دادرسی کی جائے گی۔ جن کے حقوق غصب کئے گئے ہوں گے ان کے حقوق دلائے جائیں گے۔

لیکن اندازہ کیجئے اس میرے آقا و مطاع محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کا جو سب شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے۔ یہ وسیع و عریض حسین و رنگین دنیا مع اپنے تمام لوازمات کے محض اس لئے آراستہ کی گئی کہ سرورِ کائنات رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں رونق افروز ہونے والے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے اس وقت جبکہ آدم ابھی مٹی اور پانی میں تھا یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ دنیا میں میں اپنا مظہرِ کامل مبعوث کروں گا جو ربّ، رحمٰن، رحیم، رؤف غرضیکہ جملہ صفاتِ باری کا مظہرِ اتم ہوگا جس کی بعثت سے درختِ انسانی کی جملہ شاخوں کی اصلاح اور ان کی نشو و نما وابستہ تھی۔ ہر مخلوق کو جو دنیا میں پیدا کی گئی تھی اپنی تکمیل و تربیت کے لئے اس محسنِ اعظم رحمۃ للعالمین کا انتظار تھا تبھی تو خدا تعالےٰ نے فرمایا وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْن

اس کی ان بے شمار رحمتوں میں سے اُس رحمت کی ایک ادنےٰ جھلک دکھانی اس وقت مقصود ہے جو صنفِ نازک کی ذات سے متعلق ہے۔

اسلام سے قبل عورت کی حالت

ہاں وہ صنفِ نازک جس کی نسائیت کا احترام اُس محسنِ اعظم سے قبل کسی قوم کسی ملک اور کسی سوسائٹی اور کسی مذہب میں بھی نہیں تھا۔ شاید سب سے زیادہ بُری اور منحوس ذات عورت ہی کی سمجھی جاتی تھی۔

یونانیوں کا کہنا ہے کہ "سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کے شر کا مداوا محال ہے۔

سُقراط کا قول ہے کہ "عورت سے زیادہ فتنہ و فساد کی چیز اور کوئی دنیا میں نہیں"

مذہبی دُنیا میں بھی عورت کی نہایت بدترین حالت تھی۔ چنانچہ یوحنا کا قول ہے کہ "عورت شر کی بیٹی ہے اور امن و سلامتی کی دشمن ہے"

رومن کیتھولک مذہب کی رُو سے عورت کلامِ مقدس کو نہیں چھو سکتی۔ ہندو مذہب میں لڑکی کی شادی کی تقریب کا نام "کنیا دان" رکھا گیا ہے۔ گویا شوہر کو خیرات میں دی گئی اور اس گھر میں بطور خدمتگزار آ رہی ہے۔ اور پُرانے زمانے میں "ستی" کی رسم بھی اس کی پوزیشن کو واضح کرتی ہے کہ گویا خاوند کی وفات کے بعد بیوی کو بھی زندہ رہنے کا حق نہ رہا۔ پھر وراثت کا حق بھی اس کے لئے کسی نے تسلیم نہ کیا تھا۔

اِسلام سے پہلے عرب میں جو عورت کی حالت تھی اس کی تفصیل پڑھ کر یا سُن کر تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لڑکی کی پیدائش کو اتنا منحوس اور شرمناک سمجھا جاتا تھا کہ باپ قوم سے منہ چھپائے پھرتا تھا۔ چنانچہ قرآن کریم نے ان کی حالت کا نقشہ یوں کھینچا ہے اِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا وَّھُوَ کَظِیْم۔ یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِہٖ اَیُمْسِکُہٗ عَلٰی ھُوْنٍ اَمْ یَدُسُّہٗ فِی التُّرَاب۔ یعنی جب ان کے ہاں کسی کے گھر لڑکی کی پیدائش ہوتی اس کے باپ کا منہ غصہ کو پینے کی وجہ سے سیاہ ہو جاتا اور اس بُری خبر کو سن کر وہ اپنی قوم سے منہ چھپائے پھرتا۔ اور سوچتا کہ ذلت کو برداشت کر کے اس کو زندہ رکھوں یا مٹی میں زندہ دفنا دوں۔

حتیٰ کہ بسا اوقات بعض سنگدل اور بے رحم باپ اپنی پیاری اور معصوم لڑکی کو نہلا دھلا کر اچھے کپڑے پہنا کر سیر کے بہانے باہر لے جاتا اور پہلے سے کھودے ہوئے گڑھے میں اپنے ہاتھوں سے اس کو دھکیل کر اس کی دلدوز چیخوں کی پرواہ کئے بغیر ہمیشہ کے لئے ڈھیروں ڈھیر مٹی میں اس کو سلا دیتا اور دل میں کچھ احساس رکھنے کی بجائے ایک گونہ خوشی ہوتا۔ !!

غرضیکہ اس رحمۃ للعالمین کی بعثت سے قبل اس طبقۂ نسواں کی حالت ہر طبقہ اور ہر ملک و قوم میں نہایت ابتر اور قابلِ رحم تھی۔ لیکن جب ان کا سردار اور آقا ان کے خالقِ حقیقی کی طرف سے ان کا محسن بن کر آیا تو وہ تمام حقوق انہیں عطا کئے گئے جن کی وہ مستحق تھیں۔

اسلام میں عورت کے حقوق

یہ ایک نہایت ہی نازک اور اہم مسئلہ ہے کہ عورت کے حقوق کیا ہیں۔ کہنے کو تو ہر انصاف پسند یہی کہے گا کہ عورت کو اس کے حقوق ملنے چاہئیں لیکن وہ حقوق ہیں کونسے؟ ان کی تعیین نہ کوئی سوسائٹی کر سکتی ہے اور نہ کوئی سماج اور ادارہ اس کا اہل ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ عورت کا یہ حق ہے کہ اس کو قیمتی ملبوسات اور زیورات سے آراستہ کیا جائے تو یہ غلط ہوگا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ عورت کا یہ حق ہے کہ اس کو کلبوں کی زینت بنایا جائے تو یہ بھی حق شناسی نہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ عورت کو پردے میں رکھنے کی بجائے اس کو ہر طرح کی آزادی دی جائے اور مردوں سے بے تحاشا ملنے اور مصافحہ و معانقہ کرنے کی اجازت دی جائے تو اس سے بھی اس کا اصلی حق ادا نہ ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام امور جو ان کے حقوق گردانے جاتے ہیں۔ ان کی نسائیت کے لئے تو سم قاتل اور ان کے بلند مقام کی تذلیل ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ عورت کے واجبی حقوق کی تعیین اس کا خالقِ حقیقی ہی کر سکتا ہے نہ کہ کوئی طبقہ۔ اسی نے عورت کو پیدا کیا۔ اسی نے اپنے محبوب و برگزیدہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کے حقوق کی تعیین فرمائی۔ جن کا خلاصہ چند مختصر اشارات میں حسب ذیل ہے :۔

☗ اسلام نے عورت کا یہ حق تسلیم کیا ہے کہ اس کو اس طرح پردے میں رکھا جائے کہ اس کی نسائیت دنیا کی آلائشوں سے ناپاک نہ ہو جائے اور اس کا فطرتی حسن آوارگی کی نذر نہ ہو جائے اور ساتھ ہی اس کو گھر کی چار دیواری میں مقید بھی نہ کر دیا جائے کہ بجز برتن مانجھنے کے وہ کسی کام کی نہ رہے۔ بلکہ حسب لیاقت وہ مردوں کی تربیتی مجالس میں پردہ کی رعایت کے ساتھ شریک ہو سکتی ہے۔ اور اپنی استعداد کے مطابق قومی کاموں میں حصہ لے سکتی ہے۔ اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورت کو اس قدر آزادی رائے حاصل تھی کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں ایک دفعہ دوران خطبہ مہر کی مقدار مقرر کرنی چاہی۔ ایک عورت اٹھی اور برجستہ اس نے کہا اے عمر! جب حضرت رسول کریم نے مہر کی مقدار معین نہیں فرمائی تو تم ایسا کرنے والے کون ہوتے ہو؟ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کی رائے کو وقعت دی۔

☗ اسلام نے عورت کا حقِ وراثت اسی طرح تسلیم کیا ہے جس طرح کہ مرد کا۔ جیسا قرآن کریم میں آتا ہے لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (نساء ع۲) یعنی والدین اور عزیز و اقارب کے ترکہ میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی۔

☗ جس طرح مرد کو طلاق کا اختیار حاصل ہے اسی طرح عورت کو بھی خلع کا اختیار دیا گیا ہے کہ جو عورت اپنے خاوند کی مسلسل زیادتیوں اور ظلم و ستم سے تنگ ہے وہ اس بات کی مجاز ہے کہ قضاء میں معاملہ پیش کر کے اس ظالم مرد سے نجات حاصل کرے۔

جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کو اختیار ہے کہ چار مہینے دس دن یا وضع حمل کی عدت گزار کر دوسری شادی کر لے۔ یہ نہیں کہ خاوند کے مرنے کے بعد باقی ماندہ عمر بیوگی میں ہی گزار دے۔ یا پھر خاوند کے ساتھ ہی زندہ جل مرے۔ بلکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوگان کی جلد شادی کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

یہ تو [illegible] میں جن کا مجموعی رنگ میں مختصراً [illegible] ان کے علاوہ عورت کے بعض خاص حقوق ہیں جو اس کی جداگانہ حیثیتوں سے مخصوص ہیں اور ظاہر ہے کہ ایک عورت کو اپنی زندگی میں تین اہم رول ادا کرنے ہوتے ہیں۔ تین سٹیجوں سے اس کو گزرنا پڑتا ہے اور تین اہم حیثیتیں اس کی ہمارے سامنے آتی ہیں۔ چنانچہ صنف سے پہلا دور اس کی زندگی کا وہ ہے جب وہ والدین کے ہاں جنم لیتی ہے۔ اور وہ بیٹی کہلاتی ہے۔

بیٹی کے حقوق

ارشادِ باری تعالےٰ ہے وَاِذَا الْمَوْءٗدَۃُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ یعنی لڑکی کو زندہ درگور [illegible] ظلمِ عظیم ہے جس کو ہرگز [illegible] فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اور ایسے قبیح سلوک کے متعلق سختی سے باز پرس کی جائے گی۔ نہ صرف حشر کے روز بلکہ ایک وقت آئے گا جبکہ اسلامی حسین تعلیم سے متاثر ہو کر غیر مسلم بھی اس قبیح رسم کے متعلق سخت قوانین نافذ کریں گی۔

حضرت رسول کریم صلعم نے یہ تعلیم دی ہے کہ اولاد خواہ لڑکا ہو یا لڑکی خدا تعالیٰ کی عطا و موہبت ہے۔ وہ اسی کی [illegible] ہے جس کو چاہے لڑکے کی نعمت سے نوازے جس کو چاہے لڑکی کی نعمت سے سرفراز کرے چنانچہ قرآن کریم [illegible] یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ ۔ لڑکی کی پیدائش کے بعد اس کی [illegible] اور اس کی جسمانی [illegible] و دماغی تربیت کا

مسئلہ درپیش ہوتا ہے حضرت رسول کریم صلعم نے فرمایا "جس نے دو لڑکیوں کی اچھی طرح پرورش کی دوزخ اس پر حرام کی جائے گی" ایک اور جگہ فرمایا "جس نے لڑکیوں کو اچھی رنگ میں پالا پوسا وہ اور میں قیامت کے دن اکٹھے ہوں گے"

سبحان اللہ! کیسی حسین تعلیم ہے اور حسن سلوک کے لئے کتنا ترغیب دلانے والا کلام ہے۔ اسی تعلیم نے تو لڑکی کی پیدائش اور اس کی تربیت کو فخر دنیا فیت بنا دیا کیونکہ جس کی پرورش کے طفیل جہنم سے نجات اور رفاقتِ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم نصیب ہو جائے اس کو اور کیا چاہیئے۔

بیوی کے حقوق

بالغ ہو جانے پر لڑکی کی شادی کر دی جاتی ہے۔ یہی اس کی زندگی کا معراج ہوتا ہے کہ وہ کسی کی رفیقۂ حیات بن جائے۔ اس تقریب کو کوئی "کنیا دان" کے رنگ میں اور کوئی "کورٹ میرج" کے روپ میں اور کوئی نیلامی کے طریقہ پر مناتے ہیں لیکن محسن اعظم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی تعلیم دی کہ نیک سیرت اور دین دار مرد کے ساتھ جو مالی و اقتصادی لحاظ سے اس کا ہمسر ہو مناسب مہر کے ساتھ شادی کر دی جائے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً ... وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً۔ یعنی اے مردو! جو عورتیں تمہیں صورت و سیرت کے لحاظ سے پسند ہوں دو تین چار، اور اگر عدل نہ کر سکو یعنی عدل نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو ایک ہی سے نکاح کرو۔ اور یہ اسی وقت جائز ہوگا جبکہ عورتوں کو تم ان کے مجوزہ مہر بخوشی ادا کرو۔

بیوی کا سب سے پہلا حق وہ ہے جو مہر کی صورت میں اس کو ملتا ہے اور اس پر اس کو پورا اختیار دیا گیا ہے۔ چاہے تو وہ اسے اپنے پاس رکھے چاہے تو اپنی خوشی سے خاوند کو واپس لوٹا دے۔ اور دونوں باہم رضامندی سے اسے استعمال کریں۔

اور ان کے دیگر حقوق کے متعلق ارشاد ہوا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنی بیویوں کے وہی حقوق ہیں جو مردوں کے ان کی بیویوں پر ہیں۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ بیوی اپنے فرائض ادا کرتی رہے اور خاوند اپنے فرائض سے غفلت برتتا رہے

حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ یعنی تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے۔ معاویہ بن حیدہ نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! بیوی کا حق خاوند پر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ۔ یعنی جب تو کھائے تو اسے بھی کھلا اور جب تو پہنے تو اس کے لباس کا بھی خیال رکھ اور چہرے پر نہ مارنا اور نہ اس کو بدصورت بنانا۔ اور اگر کوئی ناراضگی ہو جائے تو گھر ہی میں اس سے کچھ علیحدگی اختیار کرنا تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لے

صرف یہی نہیں بلکہ آنحضرت صلعم نے اپنے پاک نمونے سے یہ بتلا دیا کہ ایک خاوند کو بیوی کے ساتھ کس طرح رہنا چاہیئے۔ آپؐ باوجود اس کے کہ عظیم قومی کاموں میں مصروف رہتے لیکن گھر میں آتے تو بیویوں کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے۔ ان کے جذبات کا اس قدر پاس تھا کہ حضور نے ایک دفعہ ایک بیوی کے ہاں شہد استعمال کیا۔ جب دوسری بیوی کے ہاں تشریف لے گئے تو اس نے کہا آپ کے منہ سے شہد کی بو آتی ہے۔ آپ کے نازک احساسات نے اس کے جذبات کا اتنا خیال کیا کہ آپؐ نے شہد جیسی حلال اور طیب چیز استعمال کرنی ترک کر دی۔

غرضیکہ بیوی جس کی حیثیت اسلام سے پہلے معاشرہ میں انتہائی مظلومانہ تھی اور ایک لونڈی اور خادمہ سے بڑھ کر اس کی کوئی وقعت نہ تھی آنحضرت صلعم کے طفیل اس کو وہ مقام حاصل ہوا جس کی مقام ازل سے وہ مستحق تھی

ماں کے حقوق

شادی کے بعد ایک نئے گھر میں بس جانے پر عورت کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ بچوں کی پیدائش کے ساتھ ہی وہ ماں بن جاتی ہے۔ والدین کے حقوق کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا۔ یعنی والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو اور اگر تمہاری موجودگی میں ان میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپا آ پہنچے تو انہیں اُف تک نہ کہو اور جھڑک کر بات نہ کرو۔ بلکہ نرمی سے بات چیت کرو۔

حضرت رسول کریم صلعم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ! مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ أُمُّكَ۔ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ أُمُّكَ۔ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ أَبُوكَ۔ یعنی لوگوں میں سے میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے۔ آپ نے فرمایا تیری ماں۔ پھر اس نے دوبارہ اور سہ بارہ پوچھا کہ پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا کہ تیری ماں تیرے حسن سلوک کی زیادہ مستحق ہے۔

ایک اور حدیث میں تو یہاں تک فرمایا الْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ أُمَّهَاتِكُمْ۔ یعنی اے لوگو! جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ماں کی اطاعت و فرمانبرداری اور اس سے اچھا سلوک کرنا جنت کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ ایک انسان صرف اپنے عمل اور حسنِ سلوک سے مادرِ مہربان کے احسانات کا حق ادا نہیں کر سکتا جیسا کہ روایت ہے حضرت رسول کریم صلعم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے اپنی ماں کو اپنے کندھے پر اٹھا کر سات حج کرائے۔ کیا میں نے اس کا حق ادا کیا؟ آپؐ نے فرمایا اتنا بھی نہیں جتنا کہ اس نے تجھے گیلی جگہ سے اٹھا کر سوکھی جگہ پر بٹھایا ہو اسی لئے ان کے حق میں یہ دعا سکھائی کہ قُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔ یعنی اے میرے رب! تو میرے ماں باپ پر رحم کر کیونکہ انہوں نے بچپن سے میری پرورش کی ہے اور میں تو صحیح معنوں میں ان کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے تو ہی ان پر رحم فرما۔

عورت کا روحانیت میں حق

جیسا کہ ابتداء میں بیان ہوا عورت کو بالکل بے کار اور نکمی چیز تصور کیا جاتا تھا۔ اور اسے اس قابل ہی نہیں سمجھا جاتا تھا کہ وہ بھی نیکی اور راستبازی میں کوئی مقام حاصل کر سکتی ہے۔ حضرت رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو مرد کے ساتھ عورت کے لئے بھی روحانیت میں ترقی کرنے کا دروازہ کھول دیا گیا اور یہ اعلانِ عام کیا گیا کہ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا۔ یعنی جو مومن ہونے کی حالت میں اعمالِ صالحہ بجا لائیں گے تو خواہ وہ مرد ہوں یا عورت سب جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے اعمال سے ذرہ بھر بھی کمی نہیں کی جائے گی

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الْمَرْأَةُ إِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَأَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ۔ یعنی ایک عورت جب پنجگانہ نماز ادا کرے۔ رمضان کے پورے روزے رکھے اور پاکدامنی اختیار کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرتی رہے تو جنت کے سب دروازے اس پر کھلے ہیں جس دروازے سے چاہے وہ داخل ہو جائے

غرضیکہ اس رحمۃ للعالمین کے اس طبقۂ نسواں پر بے شمار احسانات ہیں اور کوئی ایسا حق باقی نہ رہا جس کی وہ مستحق تھی اور اسے نہ دلایا گیا ہو۔ کوئی ایسی ضرورت باقی نہ رہی جس کی وہ محتاج ہو اور وہ پوری نہ کی گئی ہو۔ اس محسنِ اعظم صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ پر بیٹی کا مستقبل سنور گیا۔ ہر بیوی کے حقوق محفوظ ہو گئے۔ اور ہر ماں کی عزت قائم ہو گئی خدا کرے کہ وہ دن جلد آئے جب کہ ساری دنیا اس محسنِ اعظم کی تعلیمات پر عمل کرنے لگ جائے اور زمین کے چپہ چپہ پر اور ہر انسان کے ہر ہر سانس سے یہی صدا آنے لگے

یا ربِّ صلِّ علیٰ نبیک دائما
فی ھٰذہ الدنیا و بعثٍ ثانٍ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کے مطالبات ہیں کب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت کے نام پیغام میں فرمایا:-

"آپ جب تاریخ میں حضرت خالدؓ اور سعد اور محمد بن مسلمہ اور دوسرے صحابہ کے حالات پڑھتے ہوں گے تو آپ کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہو گی کہ کاش ہم اس زمانہ میں ہوتے اور خدمت کرتے مگر اس وقت آپ کو بھول جاتا ہے کہ اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے .... جہادِ تبلیغ اور جہاد بالنفس کا دروازہ کھولا ہے۔ اور تبلیغ ہو نہیں سکتی جب تک روپیہ نہ ہو کیونکہ تنظیم بغیر روپیہ کے نہیں ہو سکتی۔ پس آپ لوگ اس زمانہ کے مجاہد ہیں۔ اور وہی ثواب جو پہلوں کو ملا آپ کو مل سکتا ہے اور مل رہا ہے۔ پس اپنے کام کو خوش اسلوبی سے کریں اور دوسروں کو سمجھائیں تاکہ آپ سب لوگ مجاہد فی سبیل اللہ ہو جائیں۔" (الفضل ۱۲ صلح ۱۳۵۱ ہش)

احباب و عہدیداران چندہ تحریکِ جدید کے تعلق میں مہربانی کر کے اپنے فرائض کا جائزہ لیں

وکیل المال تحریکِ جدید قادیان

درخواست دعا

احقر کے لڑکے عزیز بی ایم داؤد احمد بی اے بی ایل امسال ایم اے فائنل کا امتحان دے رہے ہیں نیز عزیز مولوی بی ایم کریم احمد فاضل بی کام سال اول۔ عزیز بشارت احمد بی کام فائنل اور عزیزہ ناصرہ رضوانہ بی اے فائنل کا امتحان دے رہے ہیں۔ بزرگانِ سلسلہ درویشانِ قادیان اور جملہ بھائیوں اور بہنوں سے ان بچوں کی نمایاں کامیابی اور خادمِ دین ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے

خاکسار بی ایم بشیر احمد۔ بنگلور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ

از مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (سورہ احزاب ع۳)

تمہارے لئے (یعنی ان لوگوں کے لئے) جو اللہ اور آخری دن سے ملنے کی امید رکھتے ہیں اور اللہ کا بہت ذکر کرتے ہیں، اللہ کے رسول میں ایک اعلےٰ نمونہ ہے (جس کی انہیں پیروی کرنی چاہیئے۔)

ایک دوسرے مقام پر خدا تعالےٰ نے آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ کے بارہ میں یہ فرمایا کہ

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

(اے محمد! صلے اللہ علیہ وسلم) تو خلق کے اعلےٰ مدارج پر فائز ہے۔ دراصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی یہی تھا کہ دنیا میں اخلاقِ فاضلہ قائم کئے جائیں، چنانچہ آپؐ نے خود فرمایا ہے بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ ۔ یعنی میری بعثت کی غرض وغایت یہ ہے کہ میں اخلاقِ فاضلہ کی تکمیل کروں

جب ہم اس نقطۂ نظر سے حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو زندگی کا کوئی شعبہ ہمیں ایسا دکھائی نہیں دیتا جس میں ہمارے پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاکیزہ نمونہ نہ چھوڑا ہو۔ اور خصوصاً ایسے دور میں جبکہ دنیا کے ہر گوشے میں فساد، بے حیائی اور ضلالت و گمراہی کا دور دورہ ہو آپؐ کا اخلاقِ فاضلہ اختیار کرنا اور پھر انہیں پاکیزہ اخلاق سے اپنے متبعین کو رنگ کر انہیں باخدا انسان بنا دینا یہ ایک ایسا معجزہ ہے جس کی نظیر نہ زمانہ ماضی میں مل سکتی ہے اور نہ ہی قیامت تک ملنی ممکن ہے۔

آنحضرتؐ کی پاکیزہ زندگی

حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر دور انتہائی پاکیزگی کا آئینہ دار ہے جس کا اپنوں اور بیگانوں سب کو اعتراف رہا ہے آپؐ کے بچپن کے بارے میں آپؐ کے مربی چچا ابو طالب کا بیان ہے کہ "لَقَدْ مَا كَذَبَةً وَلَا ضَحِكًا وَلَا جَاهِلِيَّةً وَلَا وَقَفْنَا مَعَ الصِّبْيَانِ" کہ ہم نے کبھی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو جھوٹ بولتے ہوئے یا ہنسی مذاق کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ ہی جاہلیت کے کام کرتے ہوئے اور بازاری لڑکوں سے میل جول رکھتے ہوئے دیکھا۔

ابوجہل نے جو رشتہ میں آنحضرت صلعم کا چچا مگر آپؐ کے دعوئے نبوت کی بناء پر آپؐ کے خون کا پیاسا تھا۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ اِنَّا لَا نُكَذِّبُكَ وَلٰكِنْ نُكَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ یعنی ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے بلکہ اس بات کو جھوٹا کہتے ہیں جو تو لایا ہے۔ ایک انتہائی معاند کی سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی کے بارے میں یہ کس قدر زبردست شہادت ہے

اور پھر انفرادی رنگ ہی میں نہیں بلکہ اجتماعی طور پر قریشِ مکہ نے متفقہ طور پر یہ گواہی دی کہ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا کہ ہم نے ہمیشہ آپ کو صادق اور راستباز پایا ہے۔

اسی طرح حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ کو مخاطب کر کے یہ گواہی دی کہ كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ" ہرگز نہیں۔ بخدا اللہ آپ کو (ناکام رکھ کر) رسوا نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ جو چیزیں معدوم ہیں (یعنی اخلاقِ فاضلہ) انہیں آپ کماتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں اور حادثات میں حق کی مدد کرتے ہیں (بخاری جلد ۱ باب کیف کان بدء الوحی)

پس حضرت رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر دور پاکیزگی اور اعلیٰ اخلاق کا ایک مرقع تھا جس کا خود آپؐ کو بھی احساس تھا کہ آپؐ کے اس کیریکٹر کی وجہ سے کوئی بھی فرد یا قوم آپ کے بارے میں نہ تو غلط رائے رکھ سکتی ہے اور نہ ہی بیجا اور ناروا سلوک کر سکتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جب آپؐ پر وحی کا آغاز ہوا تو آپ ان عظیم ترین ذمہ داریوں سے گھبرا گئے جو آپؐ پر خدا نے ڈالی تھیں جس پر مزید تسلی کے لئے آپؐ کی بیوی حضرت خدیجہ اپنے ایک رشتہ دار ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو بائیبل کے بڑے عالم تھے۔ انہوں نے تمام ماجرا سن کر کہا

يَا لَيْتَنِيْ فِيْهَا جَذَعًا لَيْتَنِيْ فِيْهَا حَيًّا اِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ کہ اے کاش! اس وقت میں زندہ رہ کر آپ کا مددگار ثابت ہو سکوں جبکہ آپؐ کو آپ کی قوم نکال دے گی۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ؟ تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی تعجب سے فرمایا کہ کیا وہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟

الغرض یہ تمام گواہیاں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی، آپ کی بلند شان اور اعلےٰ کیریکٹر پر دلالت کر رہی ہیں۔ اب آیئے ہم اس پاک ہستی اور نبیوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل اور اخلاقِ حسنہ کے آئینہ میں آپؐ کی پاکیزگی کا ایک طائرانہ جائزہ لیں۔

خدا پرستی

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تعلق باللہ اور خدا پرستی کا یہ عالم تھا کہ آپ کی ہر حرکت اور ہر سکون یادِ الٰہی سے معمور رہتا حتیٰ کہ راتوں کو بھی اٹھ اٹھ کر عبادت میں اتنی دیر کھڑے رہتے کہ آپؐ کے پاؤں متورم ہو جاتے۔ اور اس قدر ذکرِ الٰہی کا آپؐ کو شغف تھا کہ آپؐ کے بارے میں یہ مقولہ ضرب المثل بن گیا تھا کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلٰى رَبِّهٖ کہ محمدؐ (فداہ نفسی وروحی) تو اپنے رب کا عاشق ہے۔ خدا سے عشق ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ آپؐ نے اپنا سب کچھ آستانۂ الٰہی پر نذرِ عقیدت کے طور پر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ خود خدائے ذوالجلال نے یہ فرمایا کہ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ اے محمدؐ تو کہہ دے کہ میری عبادت و قربانی اور زندگی و موت سب کچھ رب العالمین خدا کے لئے ہے۔ گویا

موت و حیات میری دونوں میں تیری خاطر
جینا تری گلی میں مرنا تری گلی میں

اور اسی عبادت و ریاضت کا یہ نتیجہ تھا کہ خدا کی ذات سے آپؐ کو کامل اتحاد اور کامل تعلق پیدا ہو گیا جو "من تو شدم تو من شدی" کا مصداق بن گیا۔ جس کو خود خدا تعالیٰ نے بھی بیان فرمایا ہے ؂

زاں نمط شد محو دلبر کز کمالِ اتحاد
پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم
بوئے محبوبِ حقیقی میدمد زاں روئے پاک

ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم

توکل علی اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی ذات پر کامل بھروسہ تھا جس کے بارے میں احادیث میں متعدد واقعات بیان کئے گئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خواہ کتنی ہی خطرناک گھڑیاں کیوں نہ آتی ہوں آپؐ نے ہمیشہ اللہ تعالےٰ پر توکل کیا۔ جس کے نتیجہ میں ہمیشہ ہی اللہ تعالےٰ آپؐ کا کارساز رہا۔ چنانچہ اہلِ مکہ کی ایذارسانیوں سے تنگ آ کر الٰہی منشاء کے مطابق جب آپؐ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی تو پہلے غارِ ثور میں آپؐ کو پناہ لینی پڑی۔ دشمن وہاں تک بھی پہنچ گیا اور غار میں سے اس کے پاؤں نظر آنے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ یہ دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ حضور! دشمن اس قدر قریب آگیا ہے کہ اگر جھک کر دیکھے تو ہمیں پکڑ لے گا۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذرا نہیں گھبرائے اور نہایت اطمینان سے فرمایا "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" کہ گھبراؤ نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ اطمینان اور بے خوفی کہاں سے آئی؟ یہ دراصل توکل علی اللہ کا کرشمہ تھا۔ اسی طرح ہجرت ہی کے موقع پر جب آپؐ غارِ ثور سے نکل کر مدینہ کی طرف جا رہے تھے اور کفارِ مکہ نے آپؐ کو زندہ یا مردہ گرفتار کر کے لانے والے کے لئے سو اونٹ کا انعام مقرر کیا تھا تو سراقہ بن جعشم آپؐ کا تعاقب کرتا ہوا آیا تاکہ گرفتار کر کے انعام حاصل کرے حتیٰ کہ وہ بالکل قریب پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ بار بار مڑ کر اس کی طرف دیکھتے لیکن آنحضرت صلعم اطمینان سے تلاوتِ کلامِ پاک کرتے چلے جا رہے تھے یہ بھی نہیں کیا کہ اپنی سواری کو تیز بھگا دیں کیونکہ آپؐ کو خدا کی ذات پر کامل بھروسہ تھا کہ جس نے آپؐ کو یہ وعدہ دیا تھا کہ "وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" خدا تعالےٰ انہیں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ آخر کار وہی سراقہ جو آپؐ کو گرفتار کرنے آیا تھا آپؐ کے قریب آکر آپؐ سے معافی طلب کرتا ہے اور پھر آپؐ سے امان لے کر واپس جاتا ہے

اسی طرح ایک دفعہ ایک جنگ کے بعد جب لشکرِ اسلامی واپس آ رہا تھا اور ایک جگہ آرام کے لئے پڑاؤ ڈالا گیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آرام کے لئے صحابہؓ نے ایک سایہ دار درخت منتخب کیا جہاں آپؐ تنہا آرام فرما رہے تھے۔ ایک دشمن جو کافی دیر سے آپؐ کے تعاقب میں تھا وہاں آیا اور آپؐ کو سوتا ہوا دیکھ کر آپ کی تلوار جو درخت سے لٹک رہی تھی اٹھائی اور آپؐ کو جگایا۔ اور اپنا مقصد پورا ہوتا ہوا دیکھ کر کہنے لگا اے محمدؐ! اب تجھے کون بچا سکتا ہے؟

باوجود اس کے کہ آپؐ نیند سے بیدار ہوئے تھے اور ایسے وقت انسان عموماً حواس باختہ ہو جایا کرتا ہے۔ آپؐ نے نہایت اطمینان سے زوردار الفاظ میں فرمایا "اللہ"۔ یعنی خدا تعالیٰ مجھے تمہارے شر سے بچائے گا۔ آپؐ کا یہ توکل دیکھ کر دشمن پر کفر کفری طاری ہو جاتی ہے ہاتھ کانپنے لگ جاتا ہے اور تلوار چھوٹ کر زمین پر گر پڑتی ہے۔ وہی تلوار آپؐ اٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں کہ اب تو بتا کہ تجھے کون بچا سکتا ہے؟ وہ شخص جو خدا تعالیٰ سے بیگانہ تھا اس کی قدرتوں کے جلوے اس نے نہ دیکھے تھے جس نے خدا کی وفا کا مشاہدہ نہ کیا تھا یہ جواب دیتا ہے کہ آپ ہی بچائیں تو بچ سکتا ہوں۔

الغرض آپؐ اسباب مہیا کرنے کے بعد بھی خدا پر توکل کرتے تھے اور یہ بھی آپؐ کے توکل ہی کا نتیجہ تھا کہ اپنی اولاد کو صدقہ سے محروم کر دیا۔ اور خود بھی اپنے پیچھے کوئی ایسی جائداد نہیں چھوڑی جس سے آپؐ کے بعد آپؐ کے بیوی بچوں اور اولاد کی پرورش اور گزارہ کا انتظام ہو سکتا۔ حالانکہ آپؐ کی حیثیت ایک بادشاہ کی تھی۔ آپؐ چاہتے تو اپنی بیویوں اور رشتہ داروں کے لئے بہت کچھ سامان کر سکتے تھے اور بہت سارا روپیہ اور سرمایہ چھوڑ سکتے تھے۔ لیکن خدا پر توکل کی وجہ سے آپؐ نے یہ کچھ نہیں کیا۔

عدل و انصاف

معاشرہ میں بگاڑ اور بداخلاقی کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ جب کوئی ذی حیثیت آدمی سے کسی جرم کا ارتکاب ہو تو اس کو چھوڑ دیا جائے اور جب کسی معمولی یا غریب آدمی سے کوئی غلطی سرزد ہو تو اس کو سزا دی جائے۔ اس چیز کا بھی آنحضرت صلعم کو بہت خیال رہتا۔ اور آپؐ نے ہمیشہ اور ہر موقع پر عدل و انصاف کو قائم فرمایا جو آپؐ کی پاکیزہ اور غیر جانبدار ذہنیت کا اظہار ہے۔ بطور مثال صرف ایک واقعہ لکھتا ہوں کہ قریش کی ایک مالدار اور ذی حیثیت عورت نے چوری کی لوگوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ پوزیشن والی عورت ہے اس کی سفارش کرنی چاہیئے کہ معاف کر دیا جائے۔ مگر دربار نبوی میں جانے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔ آخر کار فیصلہ کیا گیا کہ اسامہ بن زید جو آنحضرت صلعم کے بہت چہیتے ہیں سفارش کریں تو حضور مان جائیں گے۔ چنانچہ جب آپؐ کے چہیتے نے اس سلسلہ میں آپؐ کے پاس سفارش کی تو آپؐ نے نہایت غصہ سے فرمایا أتشفع في حد من حدود الله تعالىٰ؟ وايم الله لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها۔ کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سفارش کرنے کے لئے آئے ہو؟ خدا کی قسم محمدؐ کی چہیتی بیٹی فاطمہ بھی اگر چوری کرے گی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔

بے مثل صبر و استقلال

رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مشن کی تکمیل کے راستے میں جو مشکلات اور تکالیف برداشت کیں وہ دوست و دشمن سب پر عیاں ہے اور جو جو مصائب آپؐ پر آئے اور جو خوفناک مظالم آپؐ پر اور آپؐ کے متبعین پر ڈھائے گئے وہ کم از کم اس زمانہ میں کسی سے پوشیدہ نہیں ان مصائب و آلام کو ایک طرف رکھئے اور دوسری طرف آپؐ کے استقلال اور پامردی کو دیکھئے تو بے اختیار انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یقیناً اس جیسا عظیم الشان انسان نہ پہلے کبھی دیکھنے میں آیا اور نہ آئندہ مادرِ گیتی ایسا رفیع القدر فرزند پیدا کر سکتی ہے۔ آپؐ کے بے مثل صبر و استقلال کی داد دیتے ہوئے سر ولیم میور جیسا متعصب عیسائی مصنف بھی یہ لکھنے پر مجبور ہوا کہ:

"محمدؐ نہایت انصاف پسند رحمدل
اور با اخلاق ریفارمر تھے ان کا تحمل
صبر و استقلال اخلاقِ انسانی کا
ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے"

(لائف آف محمدؐ مصنفہ سر ولیم میور)

مخلوقِ خدا پر رحم

حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين کہ ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے سراسر رحمت بنا کر بھیجا ہے اور واقعی آپؐ نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ آپؐ کا وجود باجود سراپا رحمت تھا۔ آپ ہمیشہ غریبوں کے بیماروں اور کمزوروں کی امداد کرتے کسی جاندار پر سختی روا نہ رکھتے۔ حتیٰ کہ آپؐ نے ان ظالم اور سخت ترین دشمنوں سے بھی عفو اور رحم کا سلوک کیا جو ہر وقت آپ ایذا اور تکلیف دینے میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم سے کسی نے کہا کہ آپ ان ظالموں کے لئے بد دعا کریں۔ آپؐ نے فرمایا لم أبعث لعانا إنما بعثت رحمة۔ میں تو رحمۃ للعالمین ہوں لوگوں پر لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ آپؐ کو اپنے منکرین کی گمراہی اور تباہی کا اتنا رنج رہتا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے بارے میں فرمایا لعلك باخع نفسك ألا يكونوا مؤمنين کہ شاید تو ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دے۔ آپؐ نے انسانوں اور تمام حیوانات پر رحم کرنا ضروری قرار دیا اور فرمایا من لا يرحم لا يُرحم۔ جو شخص مخلوقِ خدا پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کرے گا۔

اُحد کی جنگ میں دشمن کے حملہ سے آپؐ کے دانت شہید ہو جاتے ہیں اور زرہ چہرہ کے اندر گھس کر روئے انور کو زخمی کر دیتی ہے لیکن اس وقت بھی اخلاق کے مجسمہ کے منہ سے یہی الفاظ نکلتے ہیں کہ اللّٰھم اھد قومي فإنهم لا يعلمون۔ کہ اے خدایا میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ محض اس لئے ہے کہ میرا مقام اور مرتبہ یہ لوگ نہیں جانتے۔

فتح مکہ کے وقت جب کہ آپؐ کو اپنے ظالم دشمن پر ہر قسم کی قدرت حاصل تھی آن کے ظلموں سے درگزر کرتے ہوئے نہایت فراخدلی سے فرمایا "لا تثريب عليكم اليوم انتم الطلقاء" تم آج اپنے تمام گزشتہ جرائم کی سرزنش سے آزاد ہو۔ کیا دنیا عفو، حوصلہ اور وسعتِ اخلاق کی ایسی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

غیرتِ دینی

بنی نوعِ انسان پر رحم کرنے اور ان سے عفو و درگزر اور وسعتِ اخلاق کا سلوک کرنے کے باوجود جب کبھی آپؐ خدا تعالیٰ کے بارے میں یا شعائر اللہ یا احکامِ الٰہی کے بارے میں کوئی ہتک آمیز الفاظ سنتے تو قطعاً برداشت نہ کرتے اور رحم و کرم کا یہ مجسمہ انتہائی ناراضگی کا اظہار فرماتا۔ چنانچہ جنگِ اُحد کے موقعہ پر جب مسلمانوں کی فتح بعض وجوہات سے شکست میں تبدیل ہو گئی تو ابوسفیان نے جو قریش کا سردار تھا فاتحانہ انداز میں پہاڑ پر سے یہ آواز لگائی کہ کیا تم میں محمد موجود ہے تو آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ جواب نہ دو پھر اس نے پوچھا کیا تم میں ابن ابی قحافہ موجود ہے؟ پھر بھی آپؐ نے جواب دینے سے منع کیا۔ پھر اس نے پوچھا کیا ابن الخطاب تم میں موجود ہے؟ تب بھی آپؐ نے خاموش رہنے کی تلقین فرمائی۔ جس پر ابوسفیان نے ان سب کو مردہ سمجھ کر فاتحانہ نعرہ لگایا "اُعلُ ھُبل" ہبل بت کی جے" یہ مشرکانہ نعرہ آپؐ سے برداشت نہ ہوا اور آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہؓ نے عرض کی حضور! کیا جواب دیں؟ آپؐ نے فرمایا کہو اللہ اعلیٰ و اجل۔ یعنی خدا تعالیٰ ہی کی ذات بلند و برتر ہے۔

اللہ اللہ کس قدر غیرتِ دینی کا اظہار ہے کہ باوجود کمزوری اور شکست کی حالت کے آپؐ نے یہ برداشت نہیں کیا کہ اللہ کی ذات میں بزرگی اور بڑائی کے لحاظ سے کسی اور مخلوق کو شریک کیا جائے۔ اور ایک بُت کا نعرہ سنتے ہی آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا نعرہ لگوایا۔

سادہ زندگی

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کا ایک نمایاں پہلو آپؐ کی وہ سادگی ہے جس کی نظیر کہیں نہیں دکھائی دیتی۔ نہ تو آپؐ نے بالکل رہبانیت اختیار کی اور نہ ہی بادشاہوں جیسی جاہ و حشمت اور تکلف اختیار کیا۔ آپؐ میانہ روی کی بہترین مثال تھے۔ اور ظاہری نمائش و نمود سے بالکل پاک سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے زیب تن فرما لیتے تھے۔ چلنے پھرنے میں اٹھنے بیٹھنے میں اور ہر حرکت و سکون میں وقار ہوتا مگر وہ وقار نہیں جو تصنع اور بناوٹ سے ہو بلکہ وہ جس پر خاکساری کا رنگ چڑھا ہوا ہو۔ آپؐ سے گلی کوچے میں ہر جگہ لوگ مل کر اپنی ضرورت پیش کر سکتے تھے۔ معمولی سے معمولی آدمی بھی آپؐ کی مجلس میں آپؐ کے قریب بیٹھ کر بے تکلف آپؐ سے گفتگو کر سکتا تھا۔ قومی اور تمدنی اور باہمی میل ملاپ میں آپؐ اپنے لئے کوئی خصوصیت پسند نہیں فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں كان رسول الله يخصف نعله ويخيط ثوبه ويعمل في بيته۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتوں کی خود مرمت کر لیتے اپنے کپڑے سی لیتے اور گھر میں کام کاج کر لیا کرتے تھے۔

الغرض حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو اور ہر ایک ادنے سے ادنےٰ واقعہ بھی آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ کا آئینہ دار ہے جو "محمد ہست برہانِ محمدؐ" کا ثبوت پیش کرتا ہے کیونکہ عام انسانوں کا تو ذکر ہی کیا اس میں آپؐ جملہ انبیاء سے بھی منفرد و ممتاز ہیں۔ اور آپؐ کی سیرت کا ہر پہلو بے نظیر ہے اور جب بھی کوئی انسان ناروا ضد اور تعصب کے جذبات سے الگ ہو کر ایک حق بین کی آنکھ سے آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ کا مطالعہ کرے گا تو اسے ماننا پڑے گا کہ آپؐ نسلِ انسانی کو پیش آنے والے جملہ حالات میں بہترین نمونہ ہیں اور ہر شخص آپؐ کی زندگی سے اپنے لئے مفید اور تسکین بخش رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عرب جیسی بگڑی ہوئی اور اخلاق سے گری ہوئی قوم نے جب آپؐ سے اپنا تعلق پیدا کر لیا، آپؐ کے اخلاقِ حمیدہ کو اپنایا اور آپؐ کی پوری اطاعت اختیار کی اس مردہ قوم نے روحانی حیاتِ ابدی حاصل کر لی۔ روحانی بیماروں نے صحت پائی۔ روحانی کمزوروں نے طاقت کی لہر اپنے اندر محسوس کی اور دنیا کا نقشہ ہی بدل گیا آپؐ نے عرب کے وحشیوں کو انسانیت کے آداب سکھائے پھر اخلاقِ فاضلہ کا سبق دے کر بااخلاق انسان بنایا اور پھر عشقِ الٰہی کی تڑپ ان کے دلوں میں پیدا کر کے باخدا انسان بنا دیا اور بجا طور پر فرمایا کہ میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے ہر ایک کی اقتدا موجب ہدایت ہے۔ اللّٰھم صل علی محمد و آل محمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ

از مکرم الحاج حکیم محمد دین صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ کلکتہ

ہر نبی خدا تعالیٰ کی طرف سے دو قوتیں پاتا ہے جس کی وجہ سے اُسے خدا تعالیٰ دُنیا میں اپنے مقصد میں کامیابی عطا فرماتا ہے اس کی سعی عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نبوت کا پیغام، پیغامِ صداقت ہوتا ہے۔ اور نبی جو اس پیغام کا عملی نمونہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے اندر سچائی کی تاثیر جذب رکھتا ہے جس کا دوسرا نام قوتِ قدسی ہے۔ جس سے وہ سعید روحوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ جتنی شان کا کوئی نبی ہوگا اس کی قوتِ جذب، یا قوتِ قدسی بھی اسی پایہ کی ہوگی۔ چونکہ انسانیت بعثتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ روحانی ارتقاء کے انتہائی بلند و ارفع نقطہ پر پہنچی ہے۔ اس لحاظ سے آپؐ کی قوتِ قدسی بھی ارتقائی منازل کی آخری حد کو پہنچی ہے۔ چنانچہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تخلقوا باخلاق اللہ کی تعلیم دیتے ہیں اور اپنی بعثت کی غرض و غایت بعثت لاتمم مکارم الاخلاق بیان فرماتے ہیں۔ قرآن پاک کی آیات میں بھی یہ مضمون واضح رنگ میں موجود ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود کو اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ آج کے مضمون میں اسی حقیقت کا انکشاف مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح دنیا میں پیغامِ حق پہنچا کر اس کے قبول کرنے والوں کو کہاں تک پہنچا دیا۔ اور یہ جذبِ روحانی کس پایہ کا تھا اور اس کی وسعت کہاں تک ہے وباللہ التوفیق۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جس سرزمین میں مبعوث ہوئے وہ جزیرہ نما عرب ہے، جسے عرب کہتے ہیں۔ یہ ملک دوسرے ملکوں سے ہمیشہ سے منقطع رہا گویا گوشۂ تنہائی میں پڑا رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ظہور سے پہلے اس سرزمین کے باشندے بالکل وحشیانہ اور درندوں کی طرح زندگی بسر کرتے۔ دین و ایمان، حق اللہ اور حق العباد کے نام سے بھی واقف نہ تھے سینکڑوں سال سے محض بت پرستی اور ناپاک خیالات میں غرق تھے۔ مے نوشی۔ بدمستی۔ شراب خوری۔ قمار بازی۔ چوری۔ قزاقی۔ خونریزی دختر کشی۔ حرامخوری۔ غرض ہر ایک طرح کی بری حالت اور ہر نوع کا اندھیرا۔ ہر قسم کی ظلمت و غفلت دن کے اجالوں اور رات کی تاریکیوں میں

ان پر ایسے چھائی تھی جس کا نقشہ قرآن مجید نے ظھر الفساد فی البر والبحر۔ اُولٰئک کالانعام بل ھم اضل کے الفاظ میں نہایت فصاحت سے پیش فرمایا ہے۔ گویا دنیا کی تاریخ میں سب سے بگڑی ہوئی قوم یہی تھی۔ اس قوم کی اصلاح کا کام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سپرد ہوتا ہے۔ جب یہ قوم حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن مجید سن کر اسلام قبول کرتی ہے اور پھر حضور کے وجودِ باجود کی صحبت میں رہ کر آپ کی تاثیراتِ قدسی سے فیضیاب ہوتی ہے تو ان میں ایسی عظیم تبدیلی رونما ہوتی ہے جو زمانہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ حیرت آتی ہے کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ کی گلیوں میں تنہا پھرا کرتے تھے اور ایک وقت ایک بھی فرد آپ کے ساتھ نہ تھا۔ حضور بارگاہِ رب العزت سے قم فانذر کا حکم پا چکے تھے۔ اور اسی کی تعمیل میں رات دن کوشاں رہتے تھے یہی وجود جو بے یار و مددگار اور تنہا پیغامِ حق سنایا کرتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایسی شاندار کامیابی حاصل کرتا ہے کہ اپنی زندگی میں اس جزیرہ کے باشندوں کو فدویت کی بے مثال جماعت بنا دیتا ہے۔ آپ کے ذریعہ سے ہدایت پانے والی قوم نے اپنے اندر اخوتِ اسلامی کی رُو سے ایسی روحانی یگانگت پیدا کر لی تھی کہ یہ مجموعہ واحد کی طرح ہو گئی تھی۔ اور ان کے روزانہ برتاؤ اور زندگی کے ظاہر و باطن میں انوارِ نبوت ایسے رچ گئے تھے کہ گویا وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عکسی تصویریں تھیں۔ یہ کس قدر عظیم روحانی معجزہ ہے جو آپؐ کی قوتِ قدسی سے ظہور میں آیا کہ محض بت پرستی کرنے والے کامل خدا پرستی تک پہنچ گئے اور ہر دم دنیا میں غرق رہنے والے محبوبِ حقیقی سے ایسے تعلق رکھ گئے کہ خدا تعالیٰ عرش پر ان کی تعریف کرتا ہے۔ اولٰئک کالانعام کہلانے والوں کے بارہ میں فرماتا ہے یبیتون لربھم سجدا و قیاما۔

حضور کے انفاسِ قدسیہ نے یہاں تک ان کو خدا تعالیٰ کی طرف کھینچا کہ انہیں لوگوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی میں ایسے ایسے جوہر دکھلائے جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔ انہوں نے اپنی جانفشانی کی نذروں کو پورا کیا اور یوں ذبح

کیئے گئے جیسے قربانی کا بکرا ذبح کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے خونوں سے گواہی دی کہ وہ ایک سچی قوم ہے۔ کتنے ہی نازک ترین مواقع پر آپؐ کی قوتِ قدسی سے ایسے ایسے کام ظہور میں آئے جن میں خدا تعالیٰ کی شانِ کن فیکون کی تجلّی کارفرما نظر آتی ہے۔ مثلاً حرمتِ شراب پر حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جو عمل کرا کے دکھایا ہے دنیا کی کونسی قوم ہے جس نے کبھی ایسا نمونہ پیش کیا ہو۔ ہرگز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بڑی بڑی حکومتیں اور بڑے بڑے نامور بادشاہ اپنے بھرپور خزانوں، بے پناہ فوجوں اور وسائل کے ساتھ بھی وہ کام نہ کر سکتے جو رسول اُمّی صلے اللہ علیہ وسلم نے کر دکھایا۔ اسی طرح ایک موقع پر مقابلہ کی تاب نہ لا کر صحابہؓ ایک جنگ کے دوران اِدھر اُدھر بکھر جاتے ہیں۔ اور حضور تنہا اپنی بے مثال بہادری اور ناقابلِ تسخیر عزم اور فقید المثال جوانمردی کا جوہر دکھاتے ہیں اور اعلان فرماتے ہیں کہ

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِب
أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

ایسے نازک مرحلے پر اپنے منتشر شدہ صحابہؓ کو دوبارہ بلواتے ہیں۔ یہ آواز سنتے ہی سب صحابہؓ گردنیں کٹوانے کے لئے پروانہ وار جمع ہو جاتے ہیں اور ایسے ڈٹ کر دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہیں کہ فتح و نصرت ان کے قدم چومتی ہے۔ لاریب یہ اسی قوتِ قدسی کی تاثیر تھی کہ دنیا میں اس عظیم ہستی نے اس کے ذریعہ نجاست پر بیٹھی ہوئی قوم کو گلزار میں پہنچا دیا۔ ان کو وحشیانہ حالت سے نکال کر پہلے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا۔ پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنا دیا۔ اور اکرامتِ نشانات کے ظہور کے ذریعہ ان کو خدا دکھلا دیا۔ اور ان میں ایسی پاک تبدیلی پیدا کی کہ انہوں نے فرشتوں سے ہاتھ ملائے۔ اسی پر بس نہیں کی بلکہ بارگاہِ رب العزت سے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا انعام جاودانی حاصل کیا۔ اور زندہ جاوید کے زندہ و پائندہ نشان بن گئے۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک ایسی جماعت کسی کو نہیں ملی۔ اور اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اور زندگی پاتے تو دنیا میں ایک فرد بھی کافر نہ رہتا۔ یہ تاثیر کسی اور نبی سے اس شان سے ظہور میں نہیں آئی۔ کیونکہ ان

کے صحبت یاب ناقص رہے حضورؐ کی اس امتیازی شان سے متاثر ہو کر حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ہزار ہزار درود و سلام اس پر۔ یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیرِ قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵)

پھر اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں ؎

شانِ احمد را کہ داند جز خداوندِ کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

آپؐ کی قوتِ قدسی سے صدرِ اوّل میں حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا پاک گروہ تیار ہوا۔ پھر یہ قوتِ قدسی زمان و مکان، رنگ و نسل، مشرق و مغرب کی قیود سے پرواز کر کے اتنی وسعت اختیار کرتی ہے کہ شانِ رب العالمین کی مظہرِ کامل بن کر شانِ رحمۃ للعالمین کا رنگ اختیار کرتی ہے ہر زمانہ میں اسی کے ذریعہ کروڑوں انسان فیضیاب ہوتے چلے آرہے ہیں اور بشریت کی تمام استعدادوں کی شیفتگی پر یہ سلسلہ محیط ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ۱۴۰۰ سال گزر چکے ہیں مگر اس قوتِ قدسی کی شان اور بھی واضح بلکہ اکمل رنگ میں جلوہ گری کر رہی ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں آپؐ کی اسی قوتِ قدسی کے طفیل آپؐ کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ سے حکم پا کر باذنِ الٰہی اپنے مسیح اور مہدی ہونے کا اعلان فرمایا اور اپنے وجود کو آپؐ کی قوتِ قدسی کی صداقت و ثبوت کے طور پر ایک زندہ نشان کے رنگ میں پیش فرمایا۔ آپ یہ نہیں فرماتے کہ یہ سلسلہ ختم ہے بلکہ فرماتے ہیں کہ

وہ مسیح ناصری از دم او بیشمار

اور پھر حضورؐ کی غلامی میں اپنے بارہ میں فرماتے ہیں

کسیں ہیں بیری ہے تیراد

کچھ عرصہ پیشتر حق ہجوموں کے لیڈروں نے اعتراض کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کا فیضان معاذ اللہ ختم ہو چکا ہے۔ آپؐ کے مندرجہ بالا روحانی فرزند اور اس کی جانشینوں نے ان کو للکارا ہے۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے فرمایا ہے کہ اگر آپ کے اعمال پہاڑوں کے برابر بھی ہوتے تو یہ مقام آپ کبھی حاصل نہ ہو سکتا۔ مگر آپؐ کو یہ مرتبہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملا ہے

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلعم اور امنِ عالم

بقیہ صفحہ ۸

برِ صغیر میں ہندوستان، بنگلہ دیش اور پاکستان کو بالکل ایسے ہی اہم مسائل کا سامنا ہے اگر ان تینوں ممالک کے سربراہ اور لیڈر بانیٔ امن، حامیٔ انسانیت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور نمونہ کو سامنے رکھیں تو ان تینوں ملکوں میں امن کی فضا پیدا ہو سکتی ہے اور ان کو پیش آمدہ مشکلات حل ہو سکتی ہیں

اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ برِ صغیر میں پائیدار امن کا قیام مذکورہ تینوں ممالک کے مفادات کے لئے بہت ضروری ہے بلکہ سارے ایشیا میں امن و صیانت کے استحکامات کے لئے ناگزیر ہے کہ ان ممالک کے مابین نزاعی مسائل کا پُرامن اور اطمینان بخش حل ہونا یافت کیا جائے تا تینوں ممالک باہم امن دوستی اور تعاون کے ذریعہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکیں۔

حضرت رسول کریم کے اسوہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہندوستان پاکستان اور بنگلہ دیش تینوں کو ہی تحمل اور نرم رویہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ ہندوستان کو ایک کامیاب اور فاتح فریق کی حیثیت سے شکست خوردہ پڑوسی کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیئے کہ پاکستان میں ہندوستان کے خلاف انتقام کا جذبہ پرورش نہ پائے۔ بلکہ احسان مندی اور ممنونیت کے جذبات پروان چڑھیں۔ اسی طرح بنگلہ دیش کے قائدین پر بھی بھاری ذمہ داری آتی ہے کہ وہ بھی بجا جذبات اور جوشِ انتقام میں پاکستان کے سابقہ حکمرانوں کی غلطیوں کی سزائیں اسیرانِ جنگ کو دینے کی کوشش نہ کریں ورنہ ایک سیٹی بھر اسیرانِ جنگ کو اگر ان کے جرائم کی پاداش میں پھانسی کے تختہ پر لٹکا بھی دیا گیا تو اس سے اس ناقابلِ تلافی نقصان کی جو بنگلہ دیش کے عوام کو پہنچا ہے ہرگز تلافی نہ ہوگی، سوائے اس کے کہ ان کے جذبۂ انتقام کی قدرے تسکین ہو جائے لیکن اس کے بالمقابل پاکستانیوں کے دلوں میں اس سے زیادہ آگ بھڑک اٹھے گی اور ناراضگی و تلخی کی عمومی فضا وہاں پیدا ہو جائے گی۔ جو امن کے قیام میں سنگِ گراں بن کر حائل ہو جائے گی۔ بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلعم نے ایک حد تک ظلم کے انتقام کی اجازت دی ہے لیکن ساتھ ہی اس بات کو مستحسن قرار دیا ہے کہ عفو و درگزر سے کام لیا جائے۔ چنانچہ فتح مکہ کے دن عام معافی کا اعلان کر کے حضور نے اس کا عملی ثبوت دیا اور واقعات شاہد ہیں اور تاریخ بھی گواہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے اس اقدامِ عفو و درگزر کا نتیجہ اتنا شاندار نکلا کہ سرزمینِ مکہ میں امن کی فضا پیدا ہو گئی

قرآن مجید نے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ

> "دشمن کے شر کو اچھے سلوک سے دور کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو وہ تمہارا ہمدرد اور دوست بن جائیگا"

اسی طرح فرمایا:۔

> "کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف کو چھوڑ دو۔ تم ہر حال انصاف کرو کیونکہ انصاف تقویٰ اور پرہیزگاری کے بہت قریب ہے۔"

جماعتِ احمدیہ کوئی سیاسی جماعت نہیں بلکہ ایک خالص مذہبی جماعت ہے اور مذہبی اعتبار سے امن و امان کے لئے بھی کوشاں ہے۔ ہمارا یقین ہے جیسا کہ برنارڈ شا نے بھی لکھا ہے کہ اس زمانہ میں بھی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر چل کر امن و امان قائم ہو سکتا ہے۔ پس اگر حضور کی تعلیم پر مسلمان بالخصوص اور دوسرے لوگ بالعموم گامزن ہوں تو بدامنی کے وہ شدید خطرات جو نہ صرف برصغیر کے لوگوں پر بلکہ ایشیا امریکہ اور روس کے لوگوں کے سروں پر منڈلا رہے ہیں دور ہو سکتے ہیں لیکن بہرحال یہ بھی یاد رکھیں کہ اگر بانیٔ اسلام کی اس تعلیم کی طرف توجہ نہ کی گئی تو پھر ایک بہت بڑی تباہی اور بربادی کا سامنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری یہ دعا ہے کہ وہ دنیا کو پیغمبرِ امن و انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق دے تا دنیا میں حقیقی امن اور آشتی قائم ہو۔ اللّٰھم آمین ٭

آنحضرت صلعم کی قوتِ قدسیہ

بقیہ ص۱۳

چنانچہ آپ نے فنافی الرسول کے میدان میں یکتائی حاصل کی اور خدا تعالیٰ نے آپ کو الہامًا یہ حقیقت سمجھائی کہ کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارک من علّم وتعلّم۔ اپنے آقا کی ان برکات سے سیراب ہو کر آپ کا وجود بھی برکت رساں بن گیا۔ فرمایا

> مبارک وہ جو اب ایمان لایا
> صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا
> وہی مے ان کو ساقی نے پلادی
> فسبحان الذی اخزی الاعادی

پس جو آج بھی اس قوتِ قدسی کا فیضان حاصل کرنا چاہتا ہو اس کیلئے کتنا نادر موقع ہے کہ وہ امر زمانہ کے مامور کی شناخت کر کے اس نعمت سے خود بھی مالا مال ہو اور دوسروں کو بھی کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضرت صلعم کی قوتِ قدسی کے زندہ نشان بنا دے۔ آمین ٭

کیرالہ احمدیہ صوبائی کانفرنس کی خوشکن کامیابی

بدر کا یہ شمارہ قریب التکمیل تھا کہ مکرم صدیق امیر علی صاحب صدر جماعت احمدیہ موگرال (کیرالہ) کی جانب سے بذریعہ تار اور خط یہ خوشکن اطلاع موصول ہوئی کہ کیرالہ احمدیہ صوبائی کانفرنس منعقدہ بمقام موگرال اور احمدیہ تبلیغی نمائش منعقدہ پرکاسرگوڈ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عظیم الشان کامیابیوں سے نوازا ہے۔ الحمدللہ۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کانفرنس کے بہترین نتائج پیدا فرمائے۔

کانفرنس کی مفصل رپورٹ بدر کے کسی آئندہ شمارہ میں شائع ہوگی۔

ایڈیٹر بدر

اعلاناتِ نکاح

آل کیرالہ احمدیہ کانفرنس موگرال کے موقع پر مورخہ ۱۶ر اپریل ۱۹۷۲ء کو مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی فاضل نے مندرجہ ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا:۔

۱۔ سی منیر احمد صاحب ولد پی محمد احمد صاحب ساکن کوڈالی کا نکاح ہمراہ کیثری بنت ای عبدالرحمٰن کُٹی صاحب مرحوم بعوض ۱۵۰۰/- روپیہ مہر۔

۲۔ وی عبد الکریم صاحب ولد سی فخرالدین صاحب مرحوم ساکن کوڈالی کا نکاح ہمراہ سماۃ اسماء بی بنت پُو محمد صاحب بعوض ۱۵۰۰/- روپیہ مہر۔

احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان نکاحوں میں برکت دے۔ اور باعث ثمراتِ حسنہ بنائے اس خوشی میں مکرم سی منیر احمد صاحب و مکرم وی عبدالکریم صاحب نے مبلغ پانچ روپیہ اعانت بدر میں ادا کئے ہیں

خاکسار سی برکت اللہ سیکرٹری مال جماعت احمدیہ کوڈالی

اظہارِ تشکر:۔ مدرسہ احمدیہ کی درخواست پر جن احباب نے بطور صدقہ جاریہ کتب ارسال فرمائی ہیں انہیں انفرادی طور پر شکریہ کے خطوط ارسال کئے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے مخلص حضرات کو اجرِ عظیم سے نوازے۔ امید ہے دوسرے احباب بھی اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔

ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان

ضروری تصحیح:۔ بدر کے گزشتہ شمارہ کے "اخبار احمدیہ" میں محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب کو گر کر چوٹیں آجانے کی جو اطلاع دی گئی تھی اس میں سہوِ کتابت سے محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کی ولدیت غلط شائع ہو گئی ہے۔ موصوف حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ احباب اس کی تصحیح فرمالیں

ایڈیٹر بدر

ضروری اعلان بابت نمازِ جنازہ غائب

۱۔ جماعت احمدیہ کے بعض احباب خواہش رکھتے ہیں کہ ان کے وفات پانے والے بعض عزیزو اقارب کی نماز جنازہ غائب مرکزِ احمدیت قادیان میں پڑھائی جائے۔ اس سلسلہ میں دوستوں کو چاہیے کہ مرکز میں نمازِ جنازہ پڑھانے کی درخواست مقامی جماعت کے پریذیڈنٹ یا بصورت دیگر کسی عہدہ دار کی تصدیق کے ساتھ بھجوائیں۔ صرف ایسے مرحومین کے لئے درخواست کی جائے جن کا جنازہ کسی وجہ سے موقع پر نہ پڑھا گیا ہو۔ یا مرحوم کی خدماتِ دینیہ کے پیشِ نظر مرکز میں بھی اس کا جنازہ پڑھا جانا مستحب سمجھا جائے۔

۲۔ آجکل قادیان میں بیرونجات سے وفات پانے والوں کے بارہ میں درخواست آنے پر ہر مہینہ کے آخری جمعہ میں نماز جنازہ غائب ادا کی جاتی ہے

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

(درخواستِ دعا)

عزیزم محمد سلیمان صاحب بہاری کی اہلیہ تقریباً ایک ماہ سے شدید بیمار ہے اور گزشتہ دو ہفتوں سے وی جے ہسپتال امرتسر میں داخل ہے۔ مرض پیچیدہ ہے۔ بخار بسا اوقات ۱۰۵ ڈگری سے زیادہ ہو جاتا ہے۔ احباب کرام سے اس کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے درخواستِ دعا ہے۔

ایڈیٹر